ماہ نامہ
ہمدرد نونہال
مئی ۲۰۱۷ء

اشاعت کا ۶۵ واں سال

یادگار: شہید پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ ہمدرد نونہال

صدر مجلس
سعدیہ راشد

مدیر اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۵ | جلد ۶۵

مئی ۲۰۱۷ عیسوی

شعبان المعظم ۱۴۳۸ ہجری

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (بیرونِ ملک بذریعہ ہوائی ڈاک)
۳۴۰۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰ امریکی ڈالر

ٹیلے فون — 36620945 - 36620949
36616001 - 36616004

ایکسٹینشن — (066 - 062)

ٹیلے فیکس نمبر — (92-021) 36611755

ای میل — hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdard.com.pk

ویب سائٹ ادارۂ سعید — www.hakimsaid.info

فیس بک پیج — www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیث نبوی کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارہ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر | اشعر اور ثمر، کراچی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

۴۵
چھوٹا بڑا
گلاب خان سولنگی
۵۷
آفت زدہ
شیخ عبدالحمید عابد
۶۹
بلاعنوان انعامی کہانی
شائستہ قیصر
اس خوب صورت کہانی کا عنوان
بتا کر ایک کتاب حاصل کیجیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں سے محبت کرے، لڑے جھگڑے نہیں۔ دوستی کا حق ادا کرے۔ اپنے دوستوں، ساتھیوں، بھائیوں کو بُرائی سے روکے۔ ان کی بُرائی نہ چاہے۔ ان کی بُرائی نہ کرے۔ ان کی بھلائی چاہے۔ نہ خود ان سے لڑے، نہ ان کو آپس میں لڑائے۔ انسانوں کو آپس میں لڑانا بہت بڑا عیب ہے، گناہ ہے۔ انسانوں کو ملانا، جوڑنا، دوستی کرانا اور صلح کرانا بہت بڑی نیکی اور بھلائی ہے۔

قرآن حکیم کی سورۂ النسا (آیت ۱۲۸) میں فرمانِ الٰہی ہے کہ صلح بہتر ہے۔

جب دو انسان آپس میں محبت اور پیار سے ملتے ہیں تو دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ پیار محبت میں جو سکون ہے، وہ دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے۔ زندگی کا لطف محبت ہی میں ہے۔ اگر دو انسانوں یا گروہوں یا دو قوموں میں لڑائی یا رنجش ہو جائے تو ان کی دوستی کرانا بہت نیک کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کریں۔ سورۂ حجرات میں ہے:

''بے شک مومن تو بھائی بھائی ہیں، پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح قائم رکھو۔'' (آیت ۱۰)

میل محبت، دوستی، مروت، خوش کلامی، اتفاق اور اتحاد میں بڑی برکت ہے، مزہ ہے، سکون ہے۔ مل جل کر رہنا، ایک دوسرے کے کام آنا، ایک دوسرے کی ہمدردی کرنا، اچھے انسانوں میں یہ سب خوبیاں ہوتی ہیں۔ ایسے انسان بڑے آرام اور اطمینان سے رہتے ہیں۔ لڑنے لڑانے والے لوگ نہ خود آرام پاتے ہیں اور نہ دوسروں کو سکون سے رہنے دیتے ہیں۔

خود بھی پیار محبت سے رہو اور دوسروں کو بھی محبت اور دوستی کرنا سکھاؤ۔

(ہمدرد نونہال فروری ۱۹۹۲ء سے لیا گیا)

پہلی بات

سلیم فرخی

رواں سال کا پانچواں شمارہ، مئی ۲۰۱۷ء حاضر ہے۔ اس مہینے کی پہلی تاریخ کو ملک بھر میں عام تعطیل ہوتی ہے۔ کیوں ہوتی ہے؟ اس لیے کہ یہ محنت کشوں (مزدوروں) کا عالمی دن ہے۔ یہ دن پوری دنیا میں مزدوروں کے حقوق کے لیے جدو جہد کا دن تسلیم کیا جاتا ہے۔ یکم مئی ۱۸۸۶ء کو شکاگو (امریکا) کے مزدوروں نے اپنے حقوق کے لیے باقاعدہ آواز بلند کی تھی۔ اس سے پہلے مزدوروں سے جانوروں سے بھی زیادہ بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ بیس گھنٹے مشقت لی جاتی تھی۔

محنت کشوں کے معاملے میں دینِ اسلام کا نظام سب سے بہتر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ محنت کش اللہ کا دوست ہے اور مزدور کی اُجرت اس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے ادا کر دینی چاہیے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی اس سلسلے میں بہترین مثالیں قائم کیں۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ اناج کی قیمت کے ساتھ ہی مزدور کی اُجرت میں خود بخود اضافہ ہو جانا چاہیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا فرمان ہے کہ محنت کش کو اس کا حق دلائے بغیر کوئی معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا۔

تقریباً پانچ ہزار سال پہلے مصر میں اہرام تعمیر کرنے والے مزدوروں (غلاموں) نے دنیا کی سب سے پہلی ہڑتال کی تھی۔ ان کا مطالبہ تھا کہ گندم کے دلیے میں ڈالنے کے لیے انھیں لہسن فراہم کیا جائے، تاکہ قوت برقرار رہے۔ سب نے کام بند کر دیا تو مجبوراً ان کو لہسن فراہم کرنا پڑا۔

فروری ۱۸۴۸ء میں محنت کشوں کا دستور شائع ہوا۔ اسی زمانے میں فرانس کے محنت کشوں نے لڑ جھگڑ کر دس گھنٹے یومیہ کام کا حق منوالیا۔ ۱۸۶۹ء میں امریکا کے مزدوروں نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا تو کارخانے داروں نے اپنا اتحاد قائم کر لیا اور غیر ممالک، خاص طور پر افریقی ملکوں سے آسان شرائط پر ہزاروں مزدور منگوا لیے، جس سے مقامی مزدوروں میں بے چینی پھیل گئی۔ اس رویے کے خلاف انھوں نے مظاہرے کیے تو پولیس کے ساتھ فوج نے بھی محنت کشوں کو خوب مارا۔ یوں ہڑتال ناکام ہو گئی۔

اب مزدوروں نے آپس کے اتحاد کو مضبوط بنانے کے لیے ایک جماعت بنائی، جس کا اہم نکتہ آٹھ گھنٹے کام، آٹھ گھنٹے آرام اور آٹھ گھنٹے ذاتی مصروفیات تھا۔ اعلان کیا کہ یکم مئی ۱۸۸۶ء سے پہلے مطالبات پورے کیے جائیں، ورنہ مکمل ہڑتال کی جائے گی۔ صنعت کاروں نے مطالبات تسلیم نہیں کیے تو یکم مئی ۱۸۸۶ء کو لاکھوں مزدوروں نے ایک ہو کر انتہائی کامیاب ہڑتال کی۔ کارخانے دار اس تحریک سے بہت پریشان تھے۔ ۳ مئی کو انھوں نے مزدوروں کے جلسے میں بم دھماکا کرا دیا اور پولیس نے ان پر گولیوں کی بارش کر دی۔ ۴ مئی کو اس واقعے کے خلاف شکاگو کے مزدوروں نے زبردست احتجاجی جلسہ کیا۔ یہاں بھی پولیس کے ساتھ فوج نے نہتے محنت کشوں پر اندھا دھند فائرنگ کی، جس سے شکاگو کی گلیاں اور بازار ان کے خون سے رنگ گئے۔ خون سے لت پت مزدوروں نے اپنے خون سے رنگا ہوا جھنڈا بلند کر دیا۔ بے شمار محنت کشوں کو گرفتار کیا گیا اور سات رہنماؤں کو سرِ عام پھانسی دے دی گئی۔

ہمارے محنت کش بھی عالمی برادری کی حمایت میں یوم مئی باوقار طریقے سے مناتے ہیں۔

ہم نے جون ۲۰۱۷ء میں خاص نمبر لانے کا اعلان کیا تھا، اب یہ نمبر ان شاء اللہ جولائی ۲۰۱۷ء میں شائع ہوگا۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کسی بھولے بھٹکے یا کسی نابینا کو راستہ بتانا اور اس کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے۔

مرسلہ : سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ داد خان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ضرورت سے زیادہ جمع کرنا، دوسروں کا حق مارنے کے برابر ہے۔

مرسلہ: مظہر حسین سعیدی، کوٹ مٹھن

حضرت رابعہ بصریؒ

حرص کرنے والا اور حاسد کبھی سکون نہیں پاتے۔

مرسلہ : ریان طارق، کراچی

حضرت مجدد الف ثانیؒ

کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے۔ خواہ مسلم کی ہو یا کافر کی۔ مرسلہ: محمد ارسلان صدیقی، کراچی

شیخ سعدیؒ

زبان کی نرمی انسان کے غصے کی آگ پر پانی جیسا اثر رکھتی ہے۔ مرسلہ : ناعمہ ذوالفقار، کراچی

خلیفہ مامون الرشید

اپنے اس فائدے سے درگزر کرو، جو دوسروں کے نقصان کا باعث ہو۔ مرسلہ : ایم اختر اعوان، کراچی

مولانا عبدالستار ایدھی

دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت ''انسانیت'' کی ہے۔ مرسلہ : حافظ وقاص رؤف، صادق آباد

اشفاق احمد

اپنی بھلائی کے لیے کسی سے توقع مت رکھو۔ توقع کا پیالہ اکثر خالی ہی رہتا ہے۔

مرسلہ : حمیرا شیخ، شکارپور

جانسن

جو شخص بُرے کام کرنے سے ڈرتا ہے، وہ سب سے زیادہ بہادر ہے۔ مرسلہ: عبدالرافع، لیاقت آباد

بطلیموس

انسان کی زندگی بغیر محنت کے بے مقصد اور بغیر عقل کے حیوان جیسی ہے۔

مرسلہ : ابیہ آصف، نارتھ کراچی

حمدِ باری تعالیٰ

ریاض حسین قمر

ہر گھڑی حمد و ثنا کرتا رہوں
بندگی کا حق ادا کرتا رہوں

گو، گناہوں کے سمندر میں ہوں غرق
مغفرت کی التجا کرتا رہوں

اے میرے مولا! مجھے توفیق بخش
میں عبادت بے ریا کرتا رہوں

میں جھکاؤں سر ترے دربار میں
یہ عمل صبح و مسا کرتا رہوں

گیت گاؤں تیری عظمت کے مدام
توصیف تیری ہر جگہ کرتا رہوں

چھوڑ دوں اب تو گناہوں کی روش
نیکیاں ، بہر جزا کرتا رہوں

میں کروں خدمت غریبوں کی قمر
یہ عمل میں بارہا کرتا رہوں

ایک یادگار دن

نسرین شاہین

۲۸ مئی ۱۹۹۸ء پاکستانی قوم کے لیے باعثِ فخر دن تھا، جب اسلامی جمہوریہ پاکستان دنیا کی ساتویں اور اُمتِ مسلمہ کی پہلی ایٹمی قوت بن گیا۔ جمعرات کے دن پاکستان نے چاغی کے مقام پر ایک ایک کر کے پانچ ایٹمی دھماکے کر کے ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ سارے عالمِ اسلام میں ایٹمی دھماکے سے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اگلا دن جمعتہ المبارک تھا۔ اس روز مسجدِ اقصیٰ فلسطین کے خطیب نے جمعہ کے خطبے کے دوران اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''ایٹم بم صرف پاکستان کی نہیں، بلکہ یہ سارے عالمِ اسلام کی قوت ہے۔''

رقبے کے لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے بلوچستان میں چاغی نام کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، جو آج دنیا بھر میں جانا پہچانا ہے کہ یہاں پر پاکستان نے ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو ۵ ایٹمی دھماکے کیے۔ اس کے دو روز بعد ۳۰ مئی ۱۹۹۸ء کو ایک اور ایٹمی دھماکا کر کے پاکستان اسلامی دنیا کا پہلا اور دنیا کا ساتواں ایٹمی طاقت والا ملک بن گیا۔

چاغی کو ۱۹۹۶ء میں ضلع کا درجہ ملا تھا۔ چاغی کا صدر مقام نوشکی ہے، جو کوئٹہ سے تقریباً سو میل دور قومی شاہ راہ آر سی ڈی پر واقع ہے۔ ضلع چاغی کا رقبہ ۵۰,۰۰۰ کلو میٹر سے زیادہ ہے۔ قدرے لمبوتری شکل کے اس علاقے کی تاریخی حیثیت بھی ہے کہ اس کے ساتھ ہی ضلع خاران ہے، جہاں مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں نے ایک جنگ میں شکست کے بعد پناہ حاصل کی تھی۔ یہیں مغل بادشاہ نورالدین محمد جہانگیر کی بیگم ملکہ نورجہاں پیدا

ہوئی تھی۔ نوشکی شہر سے جنوب میں چند کلو میٹر کے فاصلے پر ''راس کوہ'' کا پہاڑی سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ راس کوہ، ضلع چاغی کی جنوبی سرحد کا کام بھی کرتا ہے۔ اسی پہاڑی راس کوہ پر پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے۔

پاکستان کے ایٹم بم کے بانی ڈاکٹر عبدالقدیر خاں ہیں، جو اپریل ۱۹۳۶ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالغفور خاں استاد تھے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ میٹرک کے بعد ۱۹۵۲ء میں وہ پاکستان آ گئے۔ کراچی میں انھوں نے ڈی جے سائنس کالج سے ۱۹۵۷ء میں بی ایس سی امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد مقابلے کا امتحان پاس کر کے انسپکٹر اوزان و پیمانہ جات مقرر ہوئے۔

اس دوران ہالینڈ جانے کا موقع ملا۔ وہاں سے ٹیکنیکل یونی ورسٹی، سے ایم ایس سی کیا اور ۱۹۶۷ء میں پاکستان آ گئے، لیکن پھر دوبارہ ہالینڈ چلے گئے۔ بعد میں بیلجیئم کی ''لیوون یونی ورسٹی'' سے طبعی فلزات میں پی ایچ ڈی کیا۔ اس کے بعد ایمسٹرڈم، ہالینڈ کی معروف فرم فزیکل ڈائنامیکل ریسرچ لیبارٹری کا حصہ بنے۔

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے مشورے پر ڈاکٹر عبدالقدیر خاں ہالینڈ کی پُر آسایش زندگی چھوڑ کر اپنے وطن کو ایٹمی طاقت بنانے کا عزم لیے پاکستان واپس آ گئے اور پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کا عملی کام شروع کیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے عہد کیا تھا کہ میں اپنی ہر صلاحیت وطن کے لیے استعمال کروں گا۔ اب میرا جینا مرنا اسی پاکستان کے لیے ہے۔

پھر وہ دن بھی آ گیا جس کا عہد ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے کیا تھا۔ جب وطنِ عزیز

پاکستان نے ایٹمی دھماکا کرنے کی صلاحیت حاصل کرلی۔ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کا ایک تاریخی دن تھا، جب پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی محنت سے ایٹمی طاقت بنا۔ یہ پاکستان کی ایک بڑی فتح تھی، جس پر ساری قوم خوش تھی۔ قوم نے پاکستان کے عظیم جوہری سائنس داں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کو ''محسنِ پاکستان'' کا خطاب دیا۔ وہ اس اعزاز کے بجا طور پر حق دار بھی تھے۔ ہر سال سرکاری اور قومی سطح پر ''یومِ تکبیر'' منایا جاتا ہے۔ چاغی کے مقام پر ایٹمی دھماکے کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے تھے، اسی مناسبت سے اس دن کو ''یومِ تکبیر'' کا نام دیا گیا۔ ☆

پاکستان کی پہچان

☆ پاکستان کی قومی زبان ''اردو'' ہے۔ ☆ پاکستان کا قومی پھول ''چنبیلی'' ہے۔
☆ پاکستان کا قومی کھیل ''ہاکی'' ہے۔ ☆ پاکستان کی قومی فصل ''کپاس'' ہے۔
☆ پاکستان کا قومی درخت ''دیودار'' ہے۔ ☆ پاکستان کا قومی جانور ''مارخور'' ہے۔
☆ پاکستان کا قومی پرندہ ''چکور'' ہے۔ ☆ پاکستان کا قومی لباس ''شلوار قمیص'' ہے۔
☆ پاکستان کا قومی مشروب ''گنے کا رس'' ہے۔
☆ پاکستان کا قومی ترانہ ''حفیظ جالندھری'' نے لکھا۔
☆ پاکستان کا قومی دریا ''دریائے سندھ'' ہے۔

مرسلہ : سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

شوکت محمود شوکت

یومِ تکبیر

آج کا یہ دن ہے اپنی عظمتوں کا اک نشاں
آج کا یہ دن ہے اپنی عزتوں کا پاسباں
آج کا یہ دن ہے اپنی رفعتوں کی داستاں

آج کا دن معتبر ہے، منفرد ہے، طاق ہے
شاملِ جشن و مسرت آج تو آفاق ہے
جس قدر ہیں زہر مہلک، ان کا یہ تریاق ہے

آج کے دن وہ ملی تنویر چاغی کو ملی
ایٹموں کی جس طرح تسخیر چاغی کو ملی
کیا کہوں میں، کس قدر توقیر چاغی کو ملی

اے عظیم المرتبہ دن! تیری شوکت کو سلام
سرزمینِ پاک کو تجھ سے ملا گویا دوام
تو عنایاتِ خدا ہے تحفۂ خیر الانام

بھوتوں کا نام

مسعود احمد برکاتی

دادی جان پلنگ پر بیٹھی ننھے، منے اور گڈی کو بھوتوں کی خوف ناک کہانیاں سنا رہی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ بھوت بہت بُری چیز ہے، یہ آدمی کا بدترین دشمن ہے، آدمی کا مار ڈالنا، اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

''دادی جان! بھوتوں کا گھر کہاں ہے؟'' ننھا کانپتے ہوئے بولا۔

''برگد کے بوڑھے درختوں، جنگلوں اور سنسان مکانوں میں ہی بھوت رہا کرتے ہیں۔ ان کی شکل بہت ڈراؤنی ہوتی ہے۔ دانت منھ سے باہر نکلے رہتے ہیں اور بال کانٹوں کی طرح سر پر کھڑے رہتے ہیں۔'' دادی جان نے پوپلے منھ میں پان گھماتے ہوئے بات ختم کی۔ بچوں نے اونی شالوں سے اپنا اپنا منھ ڈھک لیا۔

''کیا بھوت آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں؟'' منا کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

''ہاں بیٹا! یہ آدمی کو مار ڈالتے ہیں، بلکہ اس کی ہڈیاں تک چبا ڈالتے ہیں۔''

''دادی جان!'' ننھی گڈی نے ہمت کر کے بولنا شروع کیا: ''اب تو یہ بھوت دنیا میں موجود نہیں، کم سے کم ہمارے شہر میں تو نہ ہوں گے۔ یہاں تو ہر جگہ بجلی جلتی ہے، ہر گھر میں آدمی رہتے ہیں اور برگد کا کوئی بوڑھا پیڑ بھی نہیں۔''

دادی جان نے گڈی کے اس سوال کا جواب دینے کے لیے منھ چلایا ہی تھا کہ بھائی جان دروازے پر آ کھڑے ہوئے اور جلدی سے بول اُٹھے: ''گڈی! بھوت اب بھی موجود ہیں، بلکہ ان کی تعداد پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے۔ ہر جگہ پھیلے ہوتے ہیں۔ برگد کے

بوڑھے درختوں، جنگلوں اور سنسان مکانوں ہی پر کیا موقوف ہے، اب تو بنگلوں، کوٹھیوں اور محلوں میں بھی بھوت موجود ہیں۔ یہ بہت نڈر ہو گئے ہیں۔ جگہ جگہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوا میں اُڑتے پھرتے ہیں اور موقع پاتے ہی آدمی کو چٹ کر جاتے ہیں۔''

تینوں بچے سہم گئے۔ بھائی جان کی بات کہانی نہ تھی، حقیقت تھی۔

''ڈرنے ورنے کی ضرورت نہیں بچو! تم ذرا ہمت سے کام لو تو بھوتوں کا گلا گھونٹ سکتے ہو۔ یہ بھوت ہماری غلطی سے اتنے نڈر ہو گئے ہیں۔''

''ان کا کوئی نام نہیں بھائی جان؟'' گڈی نے پوچھا۔

''ہاں دادی جان تمھیں ان کا نام نہیں بتا سکتی ہوں گی، لیکن میں بتائے دیتا ہوں۔''

''جلدی بتایئے بھائی جان!'' ننھا چیخا۔

''انھیں جراثیم کہتے ہیں۔ ان خطرناک بھوتوں نے آج کل اودھم مچا رکھا ہے۔ ہزاروں، لاکھوں بچے اور جوان ان کے چنگل میں پھنسے ہوتے ہیں، مگر میں کہتا ہوں کہ انھیں آسانی سے مارا جا سکتا ہے۔ اگر تم اچھا کھانا کھا کر، کھلی ہوا میں سانس لے کر صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوب طاقت ور اور تندرست ہو جاؤ تو یہ تمھارے پاس بھی نہیں پھٹک سکتے۔ اگر ملک کے سارے لڑکے اور لڑکیاں ایسی ہی طاقت ور ہو جائیں تو پھر یہ سارے بھوت بھوک سے دم توڑ دیں گے۔''

تینوں بچے اپنی اپنی شال پھینک کر کھڑے ہو گئے اور ایک آواز ہو کر بولے: ''کل سے ہم روز نہائیں گے۔ اپنے کپڑے اور ہر چیز صاف رکھیں گے۔ بازار کی گندی چیزوں کے بجائے گھر کے پکے ہوئے صاف ستھرے کھانے کھائیں گے۔ کھلے میدان میں کھیلیں
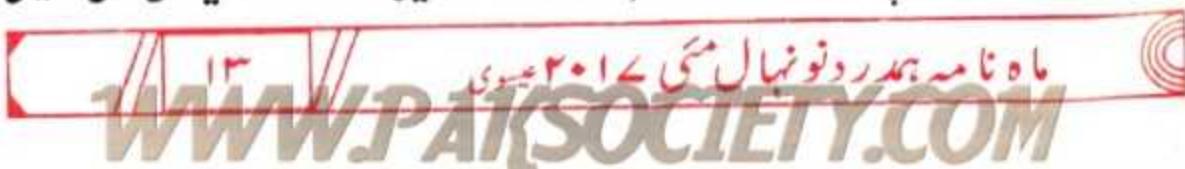
گے، پڑھنے لکھنے، کھانا کھانے اور ورزش کے ساتھ ساتھ آرام بھی کیا کریں گے۔''

''اور میں کل گڑیاں کھیلنے سے پہلے اپنی سہیلیوں کو بھوتوں سے بچنے کا یہ طریقہ بتادوں گی۔''

''شاباش! مجھے یقین ہے، تمھاری ان کوششوں کی بدولت اگلی نسلیں ان بھوتوں کا نام تک بھول جائیں گی۔'' ☆

مفید باتیں

☆ اندھیرا کتنا ہی کیوں نہ ہو، روشنی کی ایک کرن اسے ختم کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

☆ دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ تفصیل پر اختصار کو ترجیح دی جائے۔ تفصیل ہمیشہ صبر آزما ہوتی ہے۔

☆ ضرورت واحد چیز ہے جو قانون نہیں دیکھتی، اس لیے آپ وہ نہیں جو آپ سمجھتے ہیں، بلکہ وہ ہیں جو سوچتے ہیں۔

☆ مشکل ایسا عذر ہے، جسے تاریخ کبھی تسلیم نہیں کرتی ہے۔

☆ خواہ کچھ بھی ہو، مصیبت کے دن گزر ہی جاتے ہیں۔

مرسلہ : ملک محمد احسن، راولپنڈی

اجنبی مہربان

خلیل جبار

میرے ابو ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے تھے۔ بڑے بھائی ملک سے باہر تھے۔ میں بھی نوکری کی تلاش میں تھا۔ اخبار میں ایک کمپنی کا اشتہار دیکھ کر مجھے ایسا لگا کہ وہ میرے لیے ہی شائع کیا گیا ہے۔ اس میں اُمیدوار کی جو اہلیت مانگی گئی تھی، اس پر میں پورا اُتر رہا تھا۔

انٹرویو کے دن میں تیار ہو کر گیا تھا۔ انٹرویو کمپنی کے ایم ڈی صاحب خود لے رہے تھے۔ جب میں انٹرویو دینے ان کے آفس میں گیا، مجھے دیکھ کر وہ ایک لمحے کو چونک اُٹھے۔ وہ انٹرویو کے دوران ذاتی نوعیت کے سوال کرنے لگے۔

''تمھارے بڑے بھائی کیا کام کرتے ہیں؟''

''میرے بھائی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں کام کرتے ہیں۔ کمپنی نے ملک سے باہر بھیج دیا ہے۔''

ایم ڈی صاحب نے مجھ سے زیادہ سوالات نہیں کیے۔ ایک ہفتہ گزر جانے پر مجھے کمپنی کی طرف سے خط موصول ہوا۔ خط پڑھ کر میں حیران رہ گیا، مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ مجھے نوکری مل گئی ہے۔

کمپنی کے ایم ڈی اکرم درانی بہت اچھے انسان تھے۔ آفس کا ہر شخص ان کے اخلاق کی بہت تعریف کرتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ ہر ملازم دل جمعی سے آفس میں کام کرتا تھا۔ میرا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔

ایم ڈی اکرم درانی کی مجھ پر بڑھتی مہربانیاں دیکھ کر آفس کے لوگ حیران تھے۔ میری تنخواہ بھی ایک سال میں دگنی ہوگئی تھی۔ ایسا کسی ملازم کے ساتھ پہلے نہیں ہوا تھا۔ وہ اکثر مجھے آفس میں بلا کر مشورے کرتے تھے، جس سے دوسرے ملازم مجھ سے مرعوب ہونے لگے تھے۔ کبھی کبھی میں خود بھی حیران ہو جاتا تھا کہ مجھ پر ان کی اتنی مہربانیاں کیوں ہیں۔ وہ کئی بار میرے گھر بھی آ چکے تھے اور میرے بھائی کی تصویر دیکھ کر حیرانی سے بول پڑے تھے: ''ارے! تمھاری صورت تمھارے بھائی سے کتنی ملتی ہے۔ لگتا ہی نہیں ہے وہ تمھارے بھائی کی تصویر ہے۔ تمھاری تصویر کا گمان ہوتا ہے۔ جڑواں بچوں کے بارے میں سنا ہے کہ ان کی شکلیں ایک دوسرے سے خاصی ملتی جلتی ہیں، مگر تمھارا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ تمھارے بھائی تم سے دو سال بڑے ہونے کے باوجود تمھارے ہمشکل دکھائی دیتے ہیں۔''

آج کمپنی کی سالانہ میٹنگ تھی۔ کمپنی کے تمام ملازم میٹنگ میں موجود تھے۔ ایم ڈی اکرم درانی نے سب لوگوں پر ایک نظر ڈالی اور کہنا شروع کیا: ''میں اس میٹنگ میں دوسرے معاملات سے پہلے آپ لوگوں کو ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ یہ واقعہ میرے ساتھ پیش آیا تھا۔ میں ایک کاروباری میٹنگ میں شرکت کر کے گھر جا رہا تھا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ موسم بڑا خوش گوار لگ رہا تھا، مگر پھر دیکھتے ہی دیکھتے بارش نے تیز طوفان کی شکل اختیار کر لی۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے میری نظروں سے باہر کا منظر دھندلا گیا۔ مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں ایسے ماحول میں کار کو زیادہ نہیں چلا سکتا تھا۔ حادثہ ہونے کا خطرہ تھا۔ ایک جگہ ڈھلان پر جیسے ہی کار کو بریک لگانا چاہا، کار رُکنے کے بجائے

اُلٹ گئی۔ میں جیسے تیسے کار سے باہر نکل آیا۔ ایک طرف گھپ اندھیرا تھا اور طوفانی بارش ہو رہی تھی۔ میں خود کو بچانے کے لیے فٹ پاتھ کی طرف بڑھا۔ میں جیسے ہی فٹ پاتھ پر چڑھا، یکا یک میرا پاؤں پھسلا اور میں نالے میں گرنے لگا۔ اب میری حالت ایسی تھی کہ میں کنارے سے نیچے کی طرف لٹکا ہوا تھا۔ پاؤں میں جوتے ہونے کے سبب اوپر آنے کی کوشش کرنے پر پاؤں واپس نیچے کو پھسل جاتا تھا۔ عجیب بے بسی کی حالت میں تھا۔ میں زیادہ دیر لٹکا بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ اچانک ایک نوجوان میری طرف بڑھا۔

وہ بولا: ''گھبرائیے نہیں، ذرا ہمت کرنے سے آپ اوپر آ سکتے ہیں۔''

''میری ہمت جواب دے گئی ہے۔'' میں نے اپنی بے بسی ظاہر کی۔

اسی وقت آسمانی بجلی کڑکی اور اس نوجوان کی صورت نظر آئی۔ اس نے مجھے اوپر کھینچنے کی کوشش کی۔ اس کی کوشش سے میں اوپر آنے لگا تھا۔ میری قسمت اچھی تھی کہ ایسے میں کئی بار بجلی چمکی تھی، اس لیے میں اپنے محسن کا وہ چہرہ کبھی نہیں بھول سکا۔ میرے بار بار پاؤں پھسلنے کے باوجود وہ مجھے حوصلہ دے رہا تھا اور اوپر آنے میں بھرپور مدد کر رہا تھا۔ آخر اس نوجوان کی مدد سے میں اوپر آ گیا۔ ابھی ہم سنبھلے بھی نہیں پائے تھے کہ میں لڑکھڑایا۔ وہ نوجوان مجھے سہارا دینے کے لیے جھکا تو نالے میں جا گرا۔ وہ مجھے دور پانی کے ریلے کے ساتھ بہتا دکھائی دیا۔ میں اس کی طرف دوڑا۔ ٹانگ میں زخم کی وجہ سے میں زیادہ دور نہ جا سکا، لیکن اتنا ضرور دیکھ لیا تھا کہ کوئی چیز نوجوان کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ جس کی مدد سے وہ نالے میں سے نکل کر اوپر آ گیا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس سے پہلے میں نوجوان کے پاس پہنچتا، وہ سڑک پار کر کے ایک گلی میں چلا گیا۔ اس کے بعد میں اُس نوجوان کو دوبارہ کبھی نہ دیکھ سکا۔ بارش کے تھم جانے پر لوگوں کی مدد سے اپنی کار کو سیدھا کرایا اور گھر چلا آیا۔ میں اس حادثے کو اکثر یاد کرتا تھا۔ اس نوجوان کی صورت یاد آتی ہے تو میں اس ہمدرد نوجوان کی سلامتی کی دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ، اس نوجوان کو تو ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا۔ اس نے اپنی جان پر کھیل کر مجھے بچا لیا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اکرم درانی نے سب پر نگاہ ڈالی۔

سب ان کی بات خاموشی سے سن رہے تھے۔

''مجھے بچا کر اس اجنبی نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ جب اظہر میرے پاس انٹرویو دینے آیا تو میں چونک گیا۔ وہ ہو بہو اس نوجوان کا ہم شکل تھا۔ مجھے ایسا لگا

یہی نوجوان ہے جس نے اپنی جان پر کھیل کر مجھے بچایا تھا، مگر ایسا نہیں تھا۔ وہ اس نوجوان کا چھوٹا بھائی تھا۔ میں نے اس کے گھر جا کر اس کے بھائی کی تصویر بھی دیکھی۔ اظہر اس کا بھائی ہے۔ ان میں وہ سب خوبیاں بھی موجود ہیں، جن سے کمپنی کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ میں اظہر کے بھائی کا قرض نہیں چکا سکتا کہ اس نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے میری جان بچائی تھی۔''

یہ بات آج میری سمجھ میں آئی کہ مجھ پر ایم ڈی اکرم درانی کی مہربانیاں، نوازشیں کیوں تھیں اور وہ کیوں مجھے اہمیت دیتے تھے۔

☆☆☆

سال بھر کا انتظار ختم ہونے والا ہے

ہمدرد نونہال کا خاص نمبر

ان شاء اللہ جولائی ۲۰۱۷ء میں شائع ہو رہا ہے۔

☆ انوکھی، حیرت انگیز، سنسنی خیز، چٹپٹی اور جادوئی کہانیاں

☆ تاریخی، سائنسی، معلوماتی، مزاحیہ اور اخلاقی تحریریں

☆ شہید حکیم محمد سعید کی یاد رکھنے والی باتیں

☆ محترمہ سعدیہ راشد کی ایک خصوصی تحریر

☆ مسعود احمد برکاتی کی کام آنے والی باتیں

☆ دنیا کے ایک مشہور شکاری جم کاربٹ کی سنسنی خیز شکار کہانی

☆ م۔ص۔ ایمن کا ایک خوب صورت مکمل ناولٹ

☆ آسان انعامی سلسلے، مزے دار لطیفے، کارٹون، نظمیں

خاص نمبر کے ساتھ ایک خاص تحفہ ہوگا

صفحات زیادہ .... قیمت صرف ۵۰ روپے

ہر بک اسٹال پر دستیاب ہوگا۔

اچھا سودا

جاوید بسام

اقبال بابو، بہترین گھڑی ساز تھے۔ صدر بازار کی ایک گلی میں ایک قدیم عمارت کے نیچے ان کی لمبی اور پتلی سی دکان تھی، جس میں وہ سارا دن بیٹھے نظر آتے۔ آگے میز پر مختلف اوزار اور گھڑیاں کُھلی یا بند حالت میں پڑی ہوتیں۔ وہ ایک آنکھ پر محدب عدسہ لگائے کسی گھڑی یا گھڑیال پر جھکے اس کے کل پُرزوں کو جانچ رہے ہوتے، کسی کمانی یا گراری کو بدل رہے ہوتے اور سر پر ایک لیمپ روشن ہوتا۔ وہ اپنے کام میں بہت ماہر تھے۔ اکثر ان کی میز پر ایسے گھڑیال بھی نظر آتے، جن میں سے ہر گھنٹے بعد ایک چڑیا باہر نکل کر چہکتی تھی۔

وہ بہت ملنسار آدمی تھے۔ ان سے مل کر لوگ بہت خوش ہوتے تھے۔ میرے پاس اپنے ابو کی نشانی ایک گھڑی تھی۔ ان دنوں وہ اکثر خراب رہنے لگی تو میں اقبال بابو کے پاس چلا گیا۔ انھوں نے بتایا کہ اس کا فلاں پُرزہ خراب ہے اور وہ ابھی دستیاب نہیں۔ میں نے گھڑی ان کے پاس ہی چھوڑ دی کہ جب مل جائے تو لگا دیں۔ میں تھوڑے دن بعد ان کے پاس چکر لگا لیتا تھا اور کچھ دیر باتیں کرتا رہتا۔ اس طرح ہم دونوں بے تکلف ہو گئے تھے۔

اقبال بابو کی دکان سے کچھ دور ایک گھنٹا گھر تھا، جو دکان میں سے نظر بھی آتا تھا۔ ایک دفعہ اس میں ایسی خرابی پیدا ہو گئی، جو کسی سے ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔ میونسپل کمیٹی کے ملازم اقبال بابو کو بُلا کر لے گئے۔ وہ دو گھنٹے تک اس دیوہیکل گھڑیال کو ٹھیک کرتے رہے، جو بہت اونچائی پر نصب تھا۔ جب وہ باہر آئے تو ان کے ہاتھ پیر، تیل اور گریس میں

HEEEEELLLLPPPPPPPPPPP!!!!

The sun is about to set and Momi & Auzi have lost their way to the House of Saniplast Junior. Come on friends, help them before it gets dark.

AUZI

SANIPLAST First Aid Bandage Junior

MOMI

SANIPLAST First Aid Bandage Junior

Auzi

Momi

لتھڑے ہوئے تھے۔ گھڑیال جوں کا توں تھا۔ انھوں نے ملازموں کو بتایا کہ ٹھیک دس منٹ بعد یہ چلنا شروع ہو جائے گا۔ ملازموں نے ان کی بات کو ہنسی میں اُڑا دیا۔ ان کا خیال تھا، دوسرے کاریگروں کی طرح وہ بھی ناکام ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے اور کاموں میں لگ گئے۔ دس منٹ بعد گھنٹا بجا اور گھڑیال چلنا شروع ہو گیا۔ ملازم بھاگے بھاگے اقبال بابو کے پاس آئے۔ اقبال بابو مسکرا رہے تھے۔ ملازموں نے کہا کہ انھیں جلد اُجرت مل جائے گی، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ ایک بار سپروائزر کے پاس بھی گئے، لیکن اُجرت نہیں ملی۔ کئی سال گزر گئے۔ گھڑیال بالکل ٹھیک چل رہا تھا۔ اب وہ اس بات کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتے تھے، لیکن پڑوسی دکان دار لوگوں کو فخر سے اقبال بابو کا کارنامہ بتایا کرتے تھے۔

ان کی دکان کی دیواروں پر جہاں کئی گھڑیال لٹکے تھے، ان کے درمیان ایک قدیم زمانے کی بہت خوب صورت اور نفیس گھڑیال بھی نظر آتا تھا۔ وہ بہت پرانی اور مشہور کمپنی کا گھڑیال تھا۔ اب ویسے گھڑیال آنے بند ہو گئے تھے۔ اس کے رومن ہندسے ہر وقت چمکتے رہتے اور گھڑیال ہمیشہ درست وقت دیتا تھا۔ اقبال بابو جب کسی گھڑی کو ٹھیک کر لیتے اور وقت ملانا ہوتا تو وہ اسی گھڑیال سے وقت ملاتے۔ وہ بہت عرصے سے ان کی دکان پر موجود تھا، لیکن اس میں ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہیں آیا تھا۔ اس گھڑیال کی کہانی بھی عجیب ہے۔

بیس سال پہلے جب اقبال بابو نے دکان شروع کی تو ایک کباڑیے سے کچھ پُرانے گھڑیال دیواروں پر لٹکانے کے لیے خریدے تھے۔ دکان بہت کم چلتی تھی۔ وہ سارا دن بے کار بیٹھے رہتے۔ آخر انھیں اُن گھڑیالوں کو ٹھیک کرنے کا خیال آیا۔ وہ تندہی سے اس میں لگ گئے۔ جلد ہی انھوں نے دو کو ٹھیک کر کے فروخت بھی کر دیا، لیکن ایک مشہور کمپنی کا

گھڑیال بہت بُری حالت میں تھا۔ اس کے کچھ پُرزے نہیں مل رہے تھے۔ اقبال بابو کوشش میں لگے رہے، آخر انھیں ایک دن اپنے مطلوبہ پُرزے مل گئے۔ اس دن، رات گئے تک وہ دکان میں کام کرتے رہے اور گھڑیال کو درست کر ہی لیا۔ جب وہ باہر نکلے تو تمام بازار بند ہو چکا تھا۔ وہ اپنی کام یابی پر بہت مسرور تھے۔ اس دن کے بعد وہ گھڑیال ہمیشہ ان کی دکان پر لٹکا نظر آتا۔ اکثر لوگوں نے اسے خریدنا چاہا، لیکن انھوں نے اسے نہیں بیچا۔

ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک صاحب قیمتی کپڑوں میں ملبوس اپنی کار سے اُترے اور خریداری کے لیے بازار میں آ نکلے۔ اقبال بابو کی دکان کے آگے سے گزرتے ہوئے انھوں نے اندر جھانکا۔ ان کے قدم سُست پڑ گئے اور جب ان کی نظر گھڑیال پر پڑی تو وہ دکان میں گھس آئے۔ وہ لمبے چوڑے آدمی تھے۔ ان کے مقابلے میں اقبال بابو کی دکان کچھ اور چھوٹی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ذرا تیز لہجے میں بولے: ''اے مسٹر! یہ کلاک بیچنا ہے؟''

اقبال بابو نے سر اُٹھا کر انھیں دیکھا اور انہی کے لہجے میں بولے: ''نہیں مسٹر! یہ برائے فروخت نہیں ہے۔''

''اچھا اچھا، کیا ہم اسے قریب سے دیکھ سکتے ہیں؟'' انھوں نے نرم پڑتے ہوئے پوچھا۔

''ضرور...... ضرور۔'' اقبال بابو مسکرا کر بولے۔

صاحب گھڑیال کے قریب چلے گئے اور دیر تک جائزہ لیتے رہے۔

ان کا نام بشارت مرزا تھا۔ وہ نواب خاندان سے تھے۔ بڑے لوگوں کے علاقے میں ان کی کوٹھی تھی۔ وہ پُرانے گھڑیال جمع کرنے کے شوقین تھے۔ چلتے وقت انھوں نے پھر

گھڑیال فروخت کرنے کا کہا اور بڑی رقم کی پیش کش کی، لیکن اقبال بابو نے انکار کر دیا۔

جب وہ دکان سے چلے گئے تو میں نے حیرت سے پوچھا: ''وہ اچھی آفر کر رہے تھے، آپ نے انکار کیوں کر دیا؟''

اقبال بابو بولے: ''نہیں میاں! تم نہیں جانتے، یہ گھڑیال بہت قیمتی ہے اور مجھے بہت پسند بھی ہے۔''

دن گزرتے رہے، مرزا صاحب اکثر بازار میں آ نکلتے اور اقبال بابو کے پاس آ کر انھیں گھڑیال فروخت کرنے کا کہتے اور جاتے وقت رقم اور بڑھا دیتے، لیکن اقبال بابو ہر بار انکار کر دیتے۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ رقم بڑھتے بڑھتے اتنی ہو گئی تھی کہ اقبال بابو اس سستے زمانے میں برابر کی دکان خرید سکتے تھے، لیکن وہ گھڑیال بیچنے پر آمادہ نہ تھے۔ جب کہ مرزا صاحب اسے ہر قیمت پر خریدنا چاہتے تھے۔ انھوں نے کئی لوگوں سے اقبال بابو پر دباؤ بھی ڈلوایا، لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔

ایک دن میرے پاس اقبال بابو کا فون آیا۔ میری گھڑی ٹھیک ہو گئی تھی۔ میں نے اگلے دن آنے کا کہا۔ ان دنوں میں بہت مصروف تھا، وقت نکال کر ان کے پاس گیا، گھڑی لے کر اُجرت دی اور شکریہ ادا کیا۔ چلتے وقت اچانک میری نظر دیوار پر پڑی تو گھڑیال کو غائب پایا۔ میں نے تعجب سے پوچھا: ''اقبال بابو! گھڑیال کہاں گیا؟''

''دے دیا میاں صاحب!'' وہ اُداس لہجے میں بولے۔

''کسے؟'' میں نے پوچھا۔

''مرزا صاحب کو۔'' انھوں نے مختصر جواب دیا اور ایک گھڑی پر جھک گئے۔ وہ اس

وقت باتیں کرنا نہیں چاہتے تھے۔ میرے پاس بھی وقت نہیں تھا۔ میں خاموشی سے باہر نکل گیا۔

بعد میں مجھے ان کے ایک پڑوسی سے تمام کہانی پتا چلی۔ ہوا یوں کہ ایک دن ان کی بیوہ بہن چھڑی ٹیکتی خراماں خراماں دکان پر چلی آئیں۔ اقبال بابو انھیں دیکھ کر حیران رہ گئے، فوراً کھڑے ہوئے اور کرسی پیش کی۔ وہ دکان میں کبھی نہیں آئی تھیں۔ اقبال بابو خود ان کے پاس چکر لگاتے رہتے تھے اور جہاں تک ہو سکتا تھا، ان کی مدد بھی کرتے تھے۔

وہ بولے: ''آپا! آپ کیوں آ گئیں؟ مجھے کہلا بھیجنا تھا، میں آ جاتا۔ ایسا کیا کام پڑا؟''

آپا نے افسردگی کے ساتھ بتایا کہ اپنی لڑکی کی شادی طے کر دی ہے۔ پیسوں کی ضرورت ہے۔ اقبال بابو سر جھکائے ان کی باتیں سنتے رہے۔ جب تک بہن دکان میں رہیں، وہ کھڑے رہے۔ انھوں نے بہن کو یقین دلایا کہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ بندوبست کر دیں گے۔ پھر وہ گلی کے نکڑ تک انھیں چھوڑنے گئے، واپس آ کر وہ اپنی کرسی پر ڈھے گئے اور آدھے گھنٹے تک بے حس و حرکت بیٹھے رہے، فکر و پریشانی نے ان کے دل و دماغ پر ڈیرے ڈال لیے تھے، کیوں کہ ان کی جیب خالی تھی، پھر انھوں نے گہری سانس لی اور بڑبڑائے: ''اللہ کوئی نہ کوئی بندوبست کر دے گا۔''

اسی وقت مرزا صاحب ٹہلتے ہوئے وہاں آ نکلے اور دروازے میں سے بولے:

''ہاں اقبال بابو! کیا ارادہ ہے؟''

اقبال بابو نے اُداس نظروں سے انھیں دیکھا اور اندر بلا لیا۔

مرزا صاحب نے فوراً چیک کاٹ دیا اور گھڑیال لے کر خوشی خوشی رخصت ہو گئے۔

اقبال بابو کی اُداسی کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی۔
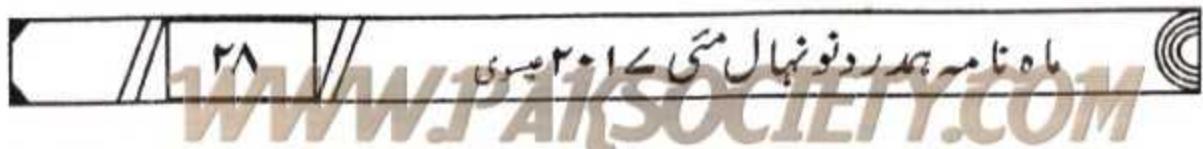
کچھ دنوں بعد میں ان سے ملنے گیا تو انھیں ہشاش بشاش پایا۔ وہ پہلے کی طرح ہنس بول رہے تھے۔ باتوں کے درمیان میں نے کہا کہ آپ نے اپنی عزیز ترین چیز کی قربانی دے دی۔

اقبال بابو ہنس کر بولے: ''میاں! میں نے اپنی زندگی کا سب سے اچھا سودا کیا ہے۔ چیزیں انسانوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتیں۔ کچھ دنوں کا افسوس تھا، پھر ختم ہو گیا۔''

میں نے گردن ہلائی اور ایک اچھا سبق لے کر اُٹھ گیا۔

☆☆☆

محنت

سید انور جاوید ہاشمی

جس کو اللہ کا حبیب کہا
اس کی عظمت کو بھی سلام کیا
دیکھیے ، شان کیا ہے محنت کی
شرم کیسی ، کرے جو مزدوری

صبح تا شام کرتے جاؤ کام
رات کو خوب پھر کرو آرام
تھی نصیحت حکیم صاحب کی
آپ نے خود بھی یہ روش رکھی

خدمتِ خلق بھی ہے مزدوری
احتیاجات ان سے ہوں پوری
پڑھنے لکھنے میں جو کرے محنت
حاصلِ علم ، پائے وہ عظمت

نام مشہور جتنے آتے ہیں
اپنی محنت سے ہی کماتے ہیں

☆ محنت کر کے روزی کمانے والا اللہ کا حبیب ہے (حدیث)

علامہ شبیر احمد عثمانی

ظفر کمال ہاشمی

علامہ شبیر احمد عثمانی بجنور میں پیدا ہوئے۔ آپ کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ بہت چھوٹی عمر میں عربی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل کرلیا۔ پھر قرآن و حدیث کے علوم حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے تعلیم دارالعلوم دیو بند میں مکمل کی۔ تعلیم کے مکمل ہونے کے بعد بعض دینی مدارس میں معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور پھر ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیو بند کے پرنسپل مقرر ہوئے اور اس کی ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ تحریکِ پاکستان کے موقع پر آپ دارالعلوم سے سبک دوش ہوگئے اور اپنا تمام وقت قومی تحریک کے لیے وقف کردیا۔ علامہ عثمانی دو قومی نظریے کے زبردست حامی تھے۔

دوسرے مسلم لیگی رہنماؤں کی طرح علامہ صاحب نے بھی کانگریس کی کھل کر مخالفت کی۔ مولانا فرماتے تھے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ ان کا اپنا مستقل مرکز ہو، جہاں وہ اللہ کے قانون نافذ کرسکیں اور اسلامی عدل و انصاف کا عملی نمونہ پیش کرکے دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھا سکیں۔ آپ نے اس نظریے کی تبلیغ کے لیے علمائے کرام کو منظم کیا اور برصغیر کے طول و عرض میں پاکستان کی تحریک کا پیغام پہنچایا۔

تحریکِ پاکستان کی راہ میں کئی نازک مرحلے بھی آئے۔ ان میں ایک مرحلہ بعض علمائے کرام کی مخالفت کا تھا۔ بدقسمتی سے بعض نامور علما کانگریس کا ساتھ دے رہے تھے۔ وہ دو قومی نظریے کے قائل نہ تھے۔ چوں کہ مسلمانوں پر ان کے علم و فضل کا سکہ جما ہوا

تھا اور دینی امور میں لوگ ان کی رائے پر اعتماد کرتے تھے، اس لیے پاکستان کی مخالفت کرنے میں ایسے علما کا رویہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔ اس مرحلے پر علامہ عثمانی کی خدمات نا قابلِ فراموش ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد علامہ عثمانی نے علمائے کرام کی مدد سے قراردادِ مقاصد مرتب کی، جس میں اسلامی دستور کے بنیادی اصول مقرر کیے گئے۔ یہ قراردادِ مقاصد علامہ عثمانی نے ہی منظور کرائی۔ علامہ کی ان خدمات کی وجہ سے انھیں شیخ الاسلام کہا جاتا ہے۔ علامہ نے قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں رہائش اختیار کی اور یہیں وفات پائی۔ ☆

مطالعہ

بلوچستان یونی ورسٹی آف انجینیرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (خضدار) میں اسلامک اسٹڈیز کے ایک استاد پروفیسر گل محمد صاحب نے اپنا ایک تجربہ بیان کیا کہ ۲۰۰۸ء میں ان کی کلاس میں ایک ہندو لڑکا کرشن کمار تھا۔ پروفیسر صاحب حاضری اور پڑھائی میں بڑی سختی کرتے تھے۔ وہ لڑکا ان کے پاس آیا اور کہا کہ میں ہندو ہوں، آپ اسلامیات میں بہت سختی کرتے ہیں۔ میرا کیا ہوگا؟

پروفیسر صاحب سوچ میں پڑ گئے کہ یہ تو ہے ہی ہندو، ہم اس کو زبردستی اسلامیات پڑھا رہے ہیں۔ اب اس کو سورۃ الفرقان، سورۃ الحجرات پڑھنی پڑیں گی۔ انھوں نے لڑکے سے کہا کہ مطالعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے پاس بائبل ہے، میں تورات اور انجیل کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، اس لیے تمھارا اسلامیات کا مطالعہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بعد میں اس نے بڑی محنت سے مطالعہ کیا اور اسلامیات میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ حال آں کہ اسی پیپر میں بہت سے مسلمان طالب علم فیل ہو گئے تھے۔

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

کاغذ سازی کی تاریخ

رانا محمد شاہد

دنیا میں سائنس و ٹیکنالوجی کی بدولت بے شمار صنعتیں وجود میں آئیں، لیکن اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ ان صنعتوں میں کاغذ سازی دنیا کی اہم ترین صنعت ہے۔ آج ہم اپنے اردگرد نگاہ دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ کاغذ دنیا کی ساری ترقی کی بنیاد بنا ہے۔ اگر کاغذ نہ ہوتا تو انسان کتنا بے بس اور مجبور ہوتا۔

کاغذ کی ایجاد سے پہلے انسان کے خیالات محدود تھے۔ اس کا علم بہت کم تھا۔ کاغذ کی ایجاد نے صحیح معنوں میں علم کے دروازے تمام عالم کے لیے کھول دیے، یعنی آج علم کسی خاص طبقے، علاقے تک محدود نہیں رہا، بلکہ اب کاغذ کی ایجاد سے ہر شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

جب کاغذ ایجاد نہیں ہوا تھا تو لوگوں کو خیالات کی منتقلی وغیرہ کے لیے طرح طرح کے طریقے اختیار کرنا پڑتے تھے۔ بعض لوگ حافظے پر اعتماد کرتے تھے اور پھر اس حافظے میں موجود خیالات کو نسل در نسل اور سینہ بہ سینہ منتقل کرتے چلے جاتے تھے۔ کہیں مٹی کی تختیوں پر لکھا جاتا تھا تو کہیں پتھر کی سِلیں لکھنے کے کام آتی تھیں۔ کہیں درختوں کے پتوں پر الفاظ کندہ کیے جاتے تھے اور کہیں اس مقصد کے لیے جانوروں کی کھال اور جھلی استعمال ہوتی تھی۔

زمانۂ قدیم میں ہندستان میں بھی لکھنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال کیے جاتے تھے۔ کہیں چٹانوں پر تحریریں کندہ کی جارہی ہیں اور کہیں متبرک اور مقدس کتابوں کے

لیے تاڑ کے پتوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ ان پتوں پر لوہے کے قلم سے لکھا جاتا تھا۔ تاڑ کے ان پتوں پر لکھی جانے والی متبرک کتابیں آج بھی ہندستان کے بڑے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کاغذ کے لیے سب سے پہلی پیش رفت مصریوں نے کی۔ مصری کاغذ تو ایجاد نہ کر سکے، البتہ پیپرس نامی درخت کے گودے سے کاغذ جیسی ایک شے بنا لینے میں کام یاب ہو گئے تھے۔

پیپر نامی درخت دریائے نیل کے کنارے اُگا کرتا تھا۔ آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل مصریوں نے پیپری درخت کو کاغذ بنانے کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ مصری محنت کے بعد جو کاغذ تیار کرتے تھے، شروع میں یہ کاغذ سفید ہوتا تھا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا رنگ بھورا ہوتا جاتا۔ مصریوں کے بنائے گئے اس کاغذ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کاغذ اٹلی اور انگلستان بھی روانہ کیا جاتا تھا۔ ان ممالک کی لکھائی پڑھائی کا کام اسی کاغذ پر ہوتا تھا۔ یہ کاغذ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں کھال اور جھلیوں پر لکھا جاتا تھا۔ بعد میں چمڑا استعمال کیا جانے لگا۔ چوں کہ یہ اشیا پیپری کاغذ سے زیادہ مضبوط اور چکنی ہوتی تھیں، اس لیے رفتہ رفتہ پیپری کاغذ کا استعمال کم ہوتا گیا اور آخر پیپری کاغذ کا استعمال ختم ہو گیا۔

تیسری اور ساتویں عیسوی کے درمیان صرف چمڑا ہی لکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ جب مسلمان یورپ میں آئے، اس وقت تک صرف یہی ایک چیز لکھنے کے کام آتی تھی۔ مسلمانوں کا یہ کارنامہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا کہ انھوں نے کاغذ سازی کے فن کو تمام عالم میں پھیلا دیا۔ گو کہ کاغذ سازی کے موجد چینی ہیں، لیکن جو عروج

اس صنعت کو مسلمانوں نے دیا، وہ کسی اور قوم یا مذہب کے حصے میں نہیں آیا۔ اس لیے ہم برملا کہہ سکتے ہیں کہ کاغذ سے دنیا کو آشنا کروانے والے مسلمان تھے۔

۷۵۱ء میں سمر قند پر چینیوں نے حملہ کر دیا۔ اس وقت اس شہر پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اس جنگ میں چینیوں کو زبردست شکست ہوئی اور بہت سے لوگ گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والے ان قیدیوں میں چند ذہین اور ہوشیار کاغذ ساز بھی تھے۔ انھوں نے اس کی تیاری کی ترکیب مسلمانوں کو بتا دی۔ مسلمان علم و فن کے پیاسے تھے، وہ کاغذ سازی میں دل و جان سے مشغول ہو گئے۔ چینی کاغذ ساز جس منزل پر صدیوں میں پہنچ سکتے تھے، مسلمان چند برسوں میں وہ منزل طے کر گئے۔

مسلمانوں نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں کاغذ میں نفاست پیدا کی۔ کاغذ کے اندر ریشوں کے درمیان والی جگہ کو پُر کرنے اور کرارا کرنے کے لیے تحقیقات کیں۔ کاغذ سازی پر ضخیم کتابیں لکھیں۔ ایشیا اور شمالی افریقا کے بعد یورپ میں بھی مسلمانوں نے کاغذ سازی کی صنعت کو بامِ عروج تک پہنچا دیا۔

بارہویں صدی عیسوی میں سب سے پہلے ہسپانیہ (اسپین) کے مسلمانوں نے کاغذ سازی کی ابتدا کی۔ ہسپانیہ کے بعد بہت جلد یہ فن فرانس اور ہالینڈ میں بھی پھیل گیا۔ اس کے بعد اطالیہ (اٹلی) کاغذ سازی کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔ ہسپانیہ کے بعد اطالیہ یورپ کا کاغذ سازی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ شروع میں جنوبی جرمن علاقوں کی ضرورت اطالیہ پوری کرتا تھا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود جرمنی کاغذ سازی کی بڑی صنعت بن گیا۔ جگہ جگہ کارخانے قائم کیے گئے۔ انگلستان کا نمبر اس سے آخر میں آیا۔

انگلستان میں پندرہویں صدی میں کاغذ سازی کا آغاز ہوا۔ جب تک کاغذ پر ہاتھ سے لکھا جاتا رہا، اس کے ناپ یعنی لمبائی چوڑائی وغیرہ کا کوئی خاص تعین نہیں تھا، لیکن اٹھارویں صدی میں چھپائی کی مشین ایجاد ہونے کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کاغذ ایک خاص ناپ کے ہوں اور زیادہ تعداد میں بنائے جائیں۔ دستی کارخانوں سے زیادہ کاغذ بنانا مشکل تھا، اس لیے ایسی مشین ایجاد ہوئی، جو ہاتھ کے کام میں آسانی پیدا کرے اور زیادہ تعداد میں کاغذ تیار کر سکے۔

کاغذ سازی کی پہلی مشین فرانس کے موجد لوئی رابرٹ نے بنائی۔ اس مشین کی ایجاد نے کاغذ سازی کے فن کو مزید ترقی دی اور وہ مشکلات دور ہوگئیں، جو اس ایجاد سے پہلے محققین کے ذہنوں میں تھیں۔ انگلینڈ میں اس مشین کو ہنری فورڈ پزنے رائج کیا۔ بعد میں اس مشین میں کچھ تبدیلیاں بھی کی گئیں۔ اس مشین کو موجودہ حالات میں لانے کے لیے ڈی کن بسن کاؤنس اور کرومپٹن نامی ماہرین نے اہم کردار ادا کیا۔ یہ مشین چند منٹوں میں منوں کے حساب سے کاغذ تیار کر سکتی ہیں۔ یورپ اور امریکا میں دستی کاغذ مصوری وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہندستان میں بھی اکثر و بیشتر مقامات پر دستی کاغذ بنایا جاتا ہے، لیکن اس کا معیار اتنا اچھا نہیں ہے۔ ویسے تو ہندستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد کسی نہ کسی طرح کاغذ تیار ہوتا آیا ہے، لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ کاغذی صنعت کی ابتدا کول کتا کے قریب دریائے ھگل کے کنارے سیرام پور سے ہوئی۔ ڈاکٹر ولیم کیری نے یہ مشین قائم کی۔ البتہ کاغذ سازی کی جدید صنعت کی ابتدا ۱۸۷۶ء میں بالی کے مقام پر رائل پیپرز مل کے قیام سے ہوئی۔ اس کارخانے میں ابتدائی طور پر ڈاکٹر کیری

کی مشین ہی کو استعمال کیا گیا۔ اس کے بعد ہندستان میں مختلف کمپنیوں نے کاغذ سازی کے لیے اپنے کارخانے قائم کیے۔ ۱۹۱۸ء میں انڈین پیپر نامی کمپنی نے بانس کے گودے سے کاغذ بنایا، تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ اگر اس طریقے پر پہلے توجہ دی جاتی تو آج ہندستان کاغذ سازی میں تمام دنیا سے آگے ہوتا۔

آج بانس کا گودا سارے ہندستان میں کاغذ تیار کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے تیار ہونے والا بہترین کاغذ ہوتا ہے۔ بانس کے علاوہ دوسری ریشہ دار اشیا سے بھی کاغذ تیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً گھاس سے بھی کاغذ تیار ہوتا ہے۔ کچھ کارخانوں میں گنے کے کھوجر کی بھی کاغذ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ آج ہندستان میں ہر قسم کا کاغذ اچھے انداز اور بڑے پیمانے پر تیار ہو رہا ہے، لیکن اخباری کاغذ میں آج بھی ہندستان یورپ اور امریکا سے بہت پیچھے ہے۔

اخباری کاغذ میں عمدگی نفاست نہیں ہوتی۔ یہ میکانی گودے سے بنایا جاتا ہے اور اس قسم کا کاغذ پہاڑی لکڑیوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے کاغذ کی تیاری میں بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ مثلاً پہاڑوں میں جا کر لکڑی لانا پڑتی ہے۔ یوں پہاڑوں سے لکڑی کاٹ کر لانے میں بھی بہت خرچ ہو جاتا ہے۔ ان مشکلات کی وجہ سے ہندستان نے اس قسم کے کاغذ کی طرف توجہ نہیں دی، لیکن اب اس طرف توجہ دی جا رہی ہے اور اُمید کی جا رہی ہے کہ جلد ہی تحقیقات و تجربات کے ذریعے سے پاکستان ہندستان میں بھی اخباری کاغذ بڑے پیمانے پر تیار کیا جانے لگے گا۔

☆☆☆

گرمی

شمس القمر عاکف

دل ہوا خوب تنگ گرمی سے
کب سے جاری ہے جنگ گرمی سے

ایک فریاد منھ پہ آتی ہے
ہائے گرمی سے جان جاتی ہے

مچھروں کا ستم ، ارے توبہ
دن میں راتوں کا غم ارے توبہ

تربتر جسم ہے پسینے میں
خیر ، گرمی کے کس مہینے میں

دیکھیے کب سے بند ہے بجلی
جب سے ہم ، تب سے بند ہے بجلی

دن غضب ہے تو رات آفت ہے
جون سے بات بات آفت ہے

گرمیوں سے طبیعت اُکتائی
جنوری ، فروری کی یاد آئی

خوش ذوق نونہالوں کے پسندیدہ اشعار

بیت بازی

شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی
تُو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا

شاعر: علامہ اقبال　پسند: سعدیہ ناز ظہور حسین، حیدر آباد

ساحل کے کنارے انتظار میں چکرا گیا ہوں میں
مجھ کو مری وفا کے بھنور سے نکالیے

شاعر: قتیل شفائی　پسند: ایم اختر اعوان، کراچی

رات ہر چند کہ سازش کی طرح ہے گہری
صبح ہونے کا مگر دل میں یقین رکھنا ہے

شاعرہ: پروین شاکر　پسند: محمد ارسلان صدیقی، کراچی

حق تنقید تمھیں ہے، مگر اس شرط کے ساتھ
جائزہ لیتے رہو اپنے گریبانوں کا

شاعر: اقبال عظیم　پسند: منال آفتاب، کراچی

کچھ سرابوں سے نہیں ہے شکوہ
ہم کو دریاؤں نے پیاسا رکھا

شاعر: شاعر لکھنوی　پسند: آصف بوزدار، میر پور ماتھیلو

ہوا کو روکنے والو! ہوا تو آئے گی
نظر نہ آئے گی صورت، صدا تو آئے گی

شاعر: ظفر اقبال　پسند: عدیہ صد، کراچی

بچپن سے اپنے گھر کا پتا پوچھتا ہوا
مجھ کو نہیں ہے یاد، کس کس کے گھر گیا

شاعر: تسیم عباسی　پسند: عامر سلطان، لاہور

اتنا اُداس کیوں ہے دلِ زار ان دنوں
حالاں کہ ان دنوں کوئی تہوار بھی نہیں

شاعر: مظہر بخاری　پسند: علی حیدر لاشاری، لاکھڑا

کسی سے کوئی شکایت، نہ اختلاف کوئی
ہمارے دل سے ہمیشہ دعا نکلتی ہے

شاعر: ناشر نقوی　پسند: عاقب خان جدون، ایبٹ آباد

بدلی مرے نصیب کے تاروں کی چال جب
کرنے لگا وہ چاند بھی گردش مرے خلاف

شاعرہ: ناصرہ زبیری　پسند: امداد علی، کوئٹہ

گو دیکھنے میں عام سا ہے آدمی نواز
اک آدمی ہے اور بھی اندر چھپا ہوا

شاعر: شاہ نواز سواتی　پسند: محمد منیر نواز، ناظم آباد

مانا طوفانِ بلاخیز مقابل ہے مگر
یونہی چاہت کے چراغوں کو جلائے رکھنا

شاعر: نعیم حیدر　پسند: ابراہیم احمد خان، اورنگی ٹاؤن

یہ تو ممکن ہی نہیں ہم سے کسی صورت جناب!
سامنے اُجڑے وطن اور ہم کھڑے دیکھا کریں

شاعر: شفق صدیقی　پسند: فاطمہ متین، اسلام آباد

سردار تو ہر جنگ میں رہتے ہیں سلامت
کٹتے ہیں قبیلوں کے جواں مرد زیادہ

شاعر: مختار جاوید　پسند: عائشہ صدیق، عزیز آباد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

شُترمرغ

محمد الیاس چنا

شترمرغ اس وقت دنیا میں پائے جانے والے پرندوں میں سب سے بڑا اور سب سے پرانا پرندہ ہے۔ فارسی بولنے والوں نے جب اس پرندے کو دیکھا تو انھیں یہ اونٹ کی طرح بے ڈھنگ اور لمبا تڑنگا سا نظر آیا۔ اس کی لمبی ٹانگیں اور لمبی گردن بھی اونٹ سے ملتی جلتی ہے۔ اس لیے انھوں نے اسے شترمرغ یعنی اونٹ کی طرح کا پرندہ کہنا شروع کیا۔

شترمرغ صحرائی پرندہ ہے۔ اس کا شمار ان پرندوں میں ہوتا ہے جو اُڑ نہیں سکتے۔ اس کا قد دو فیٹ سے نو فیٹ تک ہوتا ہے۔ وزن ایک سو پچاس کلوگرام کے قریب ہوتا ہے۔ اس کی گردن ۱۳۰ سے ۱۴۰ سینٹی میٹر تک لمبی ہوتی ہے۔ شترمرغ دنیا کا واحد پرندہ ہے، جس کے پیروں میں دو اُنگلیاں ہوتی ہیں۔ یہی دو اُنگلیاں اس کے بھاری جسم کا بوجھ اُٹھاتی ہیں اور بھاگنے میں مدد دیتی ہیں۔ شترمرغ جھاڑیاں، پھل اور بیج وغیرہ سب کچھ کھالیتا ہے۔ شترمرغ کی مادہ ۲۰ سے ۳۰ تک انڈے دیتی ہے۔ اس کے ایک انڈے کا آملیٹ تقریباً ۱۲ آدمی کھاسکتے ہیں، کیوں کہ اس کے انڈے کا وزن ڈیڑھ کلو تک ہوتا ہے۔ شترمرغ افریقا میں خاص طور پر اس کے مشرقی اور شمالی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ شترمرغ ایسی جگہوں پر رہنا پسند کرتے ہیں، جہاں جنگل ہوں یا وہ علاقہ، جو درختوں اور پودوں سے گھرا ہوا ہو۔ شترمرغ موسم کی تبدیلی اور خوراک کی دستیابی کی وجہ سے اپنے ٹھکانے بدلتا رہتا ہے۔ اگر کسی جگہ سے خوراک ختم ہو جائے تو یہ وہاں سے ایسی جگہ چلا جاتا ہے، جہاں اسے خوراک کی وافر مقدار کی اُمید ہو۔ اس لحاظ سے اگر اسے خانہ بدوش

پرندہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ شتر مرغ ہمیشہ گروہوں کی شکل میں رہتے ہیں۔ ان کے گروہوں میں عام طور پر کم و بیش ایک سو شتر مرغ ہوتے ہیں۔ شتر مرغ اگر گروہوں کی صورت میں ہوں تو یہ شیر کو بھی بھگا دیتے ہیں۔ شتر مرغ اپنا ٹھکانا ایک گڑھے میں بناتا ہے، جہاں مادہ انڈے دیتی ہے۔ نر شتر مرغ انڈوں کی رکھوالی کرتا ہے اور ایک بار صبح اور ایک بار شام کو انڈوں کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اگر کوئی انسان یا درندہ شتر مرغ کو اپنے ٹھکانے کی طرف آتا نظر آئے تو شتر مرغ یوں لنگڑاتا ہوا دوسری طرف چل پڑتا ہے، جیسے اس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے اور وہ دوڑنے کے قابل نہ ہو۔ آنے والا یہ سمجھ کر اس کے پیچھے چل پڑتا ہے کہ تھوڑی دور جا کر اسے پکڑ لے گا، مگر دراصل شتر مرغ اسے دھوکا دے رہا ہوتا ہے۔ وہ اسی طرح دشمن کو اپنے ٹھکانے سے بہت دور لے جاتا ہے اور پھر موقع پا کر بھاگ جاتا ہے۔ اس کے بھاگنے کی رفتار ۴۵ میل فی گھنٹا ہے، جو گھوڑے اور

ہرن سے بھی زیادہ ہے۔ یہ دوڑتے ہوئے اپنے دونوں پَروں کو پھیلا دیتا ہے، جس سے اس کی رفتار بہت تیز ہو جاتی ہے، البتہ یہ اُڑ نہیں سکتا۔ شتر مرغ کے سننے اور دیکھنے کی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ ڈیڑھ میل دور سے خطرے کو دیکھ لیتا ہے اور آہٹ سن سکتا ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ ریت میں اپنا سر دبا کر سمجھتا ہے کہ خطرہ دور ہو گیا۔ قد اور طاقت کے لحاظ سے ارجنٹائن کے شتر مرغ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ وہاں کے لوگ اس کے پَروں کی ٹوکریاں اور ٹوپیاں بنا کر بازار میں بیچتے ہیں۔

افریقا کے بعض قبیلے جن میں ''ساما'' اور ''ایتھوپیا'' کے چند قبائل سرِ فہرست ہیں۔ وہ شتر مرغ کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور اس کے پَروں کو جوتے، پرس وغیرہ بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔ یوں دوسرے جانوروں کی طرح شتر مرغ کی آبادی کو بھی کم ہونے کا خطرہ ہے۔ وائلڈ لائف کے محکمے نے اس کی کم ہوتی ہوئی نسل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کے شکار پر پابندی لگا دی ہے۔

نونہال خبر نامہ

سلیم فرخی

قلابازیوں کا ریکارڈ

بھارت کے شہر بنگلور کی رہنے والی ۸ سال لڑکی ''گیرش'' نے اپنی مہارت کا استعمال کرتے ہوئے ایک گھنٹے میں ۲ ہزار ۲ سو ۸۹ قلابازیاں لگائیں۔ اس دوران اس نے تقریباً ساڑھے چار کلو میٹر کا فاصلہ طے کیا۔ اس نے عالمی ریکارڈ قائم کرکے اپنا نام گنیز بک آف ورلڈز ریکارڈ میں بھی درج کرا لیا ہے۔ اس سے پہلے یہ ریکارڈ امریکی لڑکی ''اشریتا فرمن'' کے پاس تھا۔ جس نے ایک گھنٹے میں ۱۳ سو ۳۰ قلابازیاں لگائی تھیں۔

بچھڑی ہوئی دو بہنوں کا ملاپ

بچپن میں بچھڑنے والی چینی جڑواں بہنیں دس سال بعد مل گئیں۔ امریکا کے دو مختلف خاندانوں نے دونوں چینی بہنوں کو بچپن میں گود لیا تھا۔ پھر دونوں خاندانوں کا آپس میں رابطہ نہ رہا۔ فیس بک پر بچپن کی تصویر دیکھنے پر دونوں کو ایک دوسرے کے بارے میں معلوم ہوا اور کچھ کوشش کے بعد امریکا کے ایک ٹی وی پروگرام میں دونوں دس سال بعد پہلی بار ایک دوسرے سے ملیں اور دیر تک خوشی سے روتی رہیں۔

چھوٹا بڑا

گلاب خان سولنگی
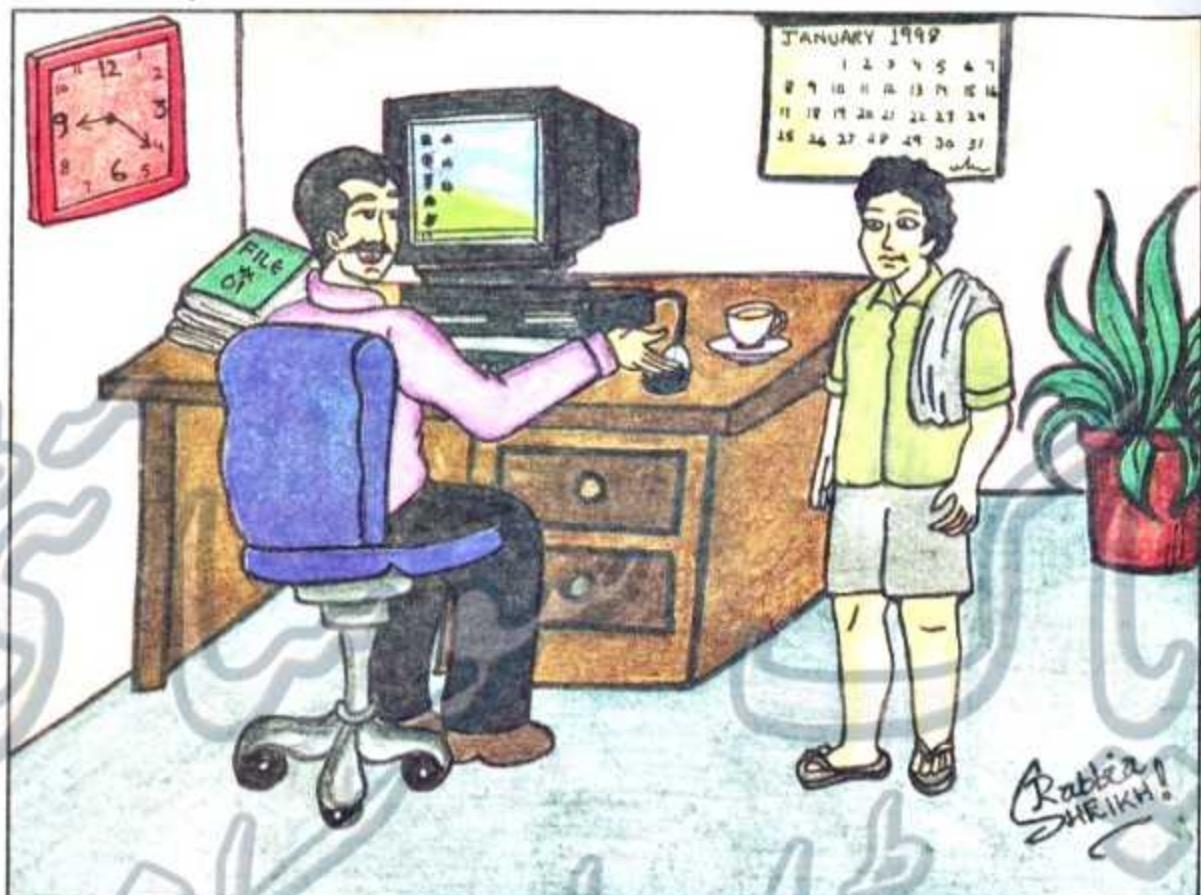
”چاے والا ...... گرما گرم چاے۔“

چھوٹو چاے والے کی آواز سنتے ہی دفتر کے کلرک نے اُسے بلایا: ”ارے کیا بات ہے چھوٹو! چاے اتنی دیر سے کیوں لائے ہو؟“

چھوٹو چاے کا کپ اُسے تھماتے ہوئے بولا: ”کیا بتاؤں صاحب! صبح سے دوپہر ہوگئی ہے، لیکن ڈھابے میں گاہکوں کا ہجوم ہے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔“

”چلو ٹھیک ہے، لیکن آیندہ وقت پر آنا۔“
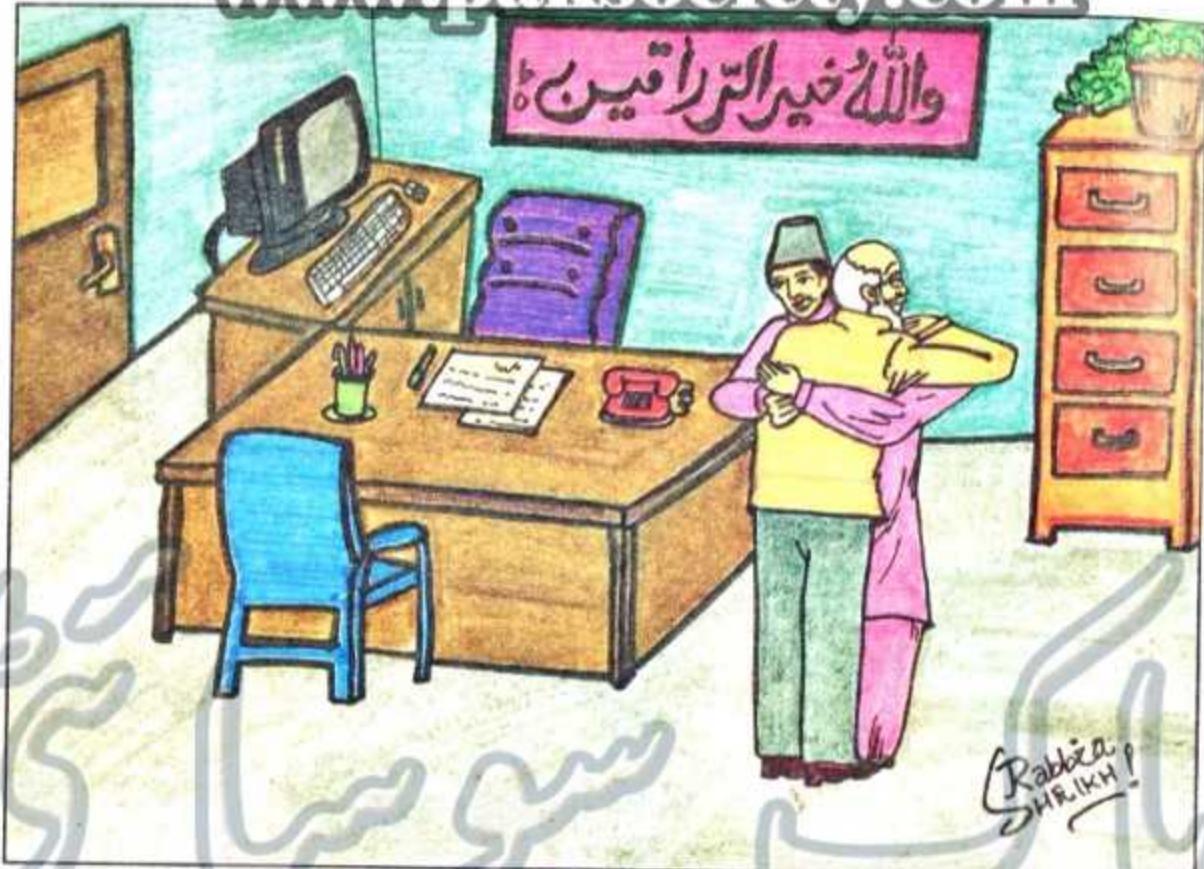
چھوٹو اسٹاف کو چائے دے کر واپس کلرک کے پاس آیا: ''صاحب! وہ میرا کام......''

کلرک نے چائے کا کپ خالی کر کے ٹیبل پر رکھا اور مسکرا کر چھوٹو سے کہا: ''ارے میرے چھوٹے دوست! روزانہ مجھے اچھی چائے بنا کر دیتے ہو اور بدلے میں مجھ سے کمپیوٹر بھی سیکھتے ہو، جب کہ میں مہینے کے مہینے چچا جُمن ڈھابے والے کو اُدھار کی رقم بھی ادا کر دیتا ہوں، اس سے مجھے کیا فائدہ ہوا۔''

چھوٹو اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بولا: ''صاحب! فائدہ تو مجھے ہے۔ کیا پتا آگے چل کر میں بھی کسی کے کام آ جاؤں۔''

پھر کلرک نے خندہ پیشانی سے کمپیوٹر کے بارے میں کچھ اہم باتیں اسے بتائیں۔

ایک غریب باپ کے بیٹے آفتاب عرف ''چھوٹو'' چائے والے کو بچپن سے ہی تعلیم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا، لیکن اس کے ابا بڑی مشکل سے ساتویں جماعت تک اسے پڑھا سکے۔ آفتاب کا ابا ایک حادثے میں اپاہج ہو گیا تھا اور کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہا تھا، اسی وجہ سے آفتاب کی بوڑھی ماں اور چھوٹا بھائی اکثر فاقہ کاٹنے پر مجبور ہوتے تھے۔ گھر کا خرچ پورا کرنے کے لیے مجبوراً آفتاب کو پڑھائی چھوڑ کر چھوٹی سی عمر میں ہی محنت مزدوری کرنی پڑی۔

مُمن ڈھابے والا آفتاب کا پڑوسی تھا۔ اس نے آفتاب کو اپنے ڈھابے پر کام دے دیا۔ وہ ڈھابا شہر کے اس علاقے میں واقع تھا، جہاں بڑے بڑے دفاتر اور تعلیمی ادارے موجود تھے۔ آفتاب جب اساتذہ کے لیے اسکول میں چائے لے جاتا تو وہ کسی کلاس روم کے باہر کھڑا ہو کر سبق سنتا اور اسے فوراً یاد کر لیتا۔ وہ انتہائی ذہین تھا۔ ایک دفعہ جو سنتا، اسے اپنے ذہن میں بٹھا لیتا تھا۔ وہ جب کسی دفتر میں چائے لے کر جاتا تھا تو وہاں اسٹاف سے اچھی اچھی باتیں پوچھ کر ان سے مختلف دفتری معلومات حاصل کرتا تھا۔

نوید فخری ایک دفتر میں سینئر کلرک تھے۔ آفتاب ان سے بہت مانوس ہو گیا تھا۔ نوید فخری ایک رحم دل شخص تھے۔ وہ اپنا کام ایمان داری سے سر انجام دیتے تھے۔ رشوت اور سفارش جیسے موذی مرض سے دور تھے۔ وہ کرائے کے مکان میں رہتے تھے اور سائیکل پر دفتر آتے تھے۔ وہ چائے بہت پیتے تھے۔ چھوٹو کو اپنا دوست کہتے تھے۔ وہ ہر وقت اپنے کام میں مگن رہتے تھے، اس کے باوجود وہ چھوٹو کو کمپیوٹر کے بارے میں ضرور سمجھاتے تھے۔

آفتاب دن بھر اسکول اور دفتر میں جو کچھ سیکھتا، رات کو وہ اسے تحریر کر کے اپنے پاس سنبھال کر رکھتا تھا۔ وہ اپنی بیمار ماں کی بہت خدمت کرتا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ یہی دعا دیتی تھی کہ بیٹا! تم ایک دن بڑے آدمی ضرور بنو گے۔

نوید فخری کا تبادلہ دوسری جگہ ہو گیا۔ وقت کا پہیا گھومتا رہا، بیس سال گزر گئے۔ نوید فخری ریٹائر ہو چکے تھے۔ سرکاری ملازمت کے لیے انھوں نے زندگی کے بہترین سال وقف کیے تھے، آج ایسے ہی ایک سرکاری دفتر میں انھیں اپنی پینشن کے کاغذات مکمل کروانے کے لیے دھکے کھانے پڑ رہے تھے۔ کاؤنٹر پر بیٹھا کلرک روزانہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے انھیں واپس کر دیتا تھا۔ آج بھی حسبِ معمول وہ دفتر میں اسی کلرک کے پاس کھڑے تھے، جب کہ وہ کلرک روایتی بہانے بازی اور ٹال مٹول کر رہا تھا۔ اچانک ایک نوجوان قومی لباس اور سر پر جناح کیپ پہنے وہاں سے گزرا۔ نوید فخری نے پوچھا: ''یہ اتنا مہذب شخص کون ہے؟''

کلرک نے بتایا: ''یہ ہمارے نئے ڈائریکٹر صاحب ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد چپراسی دوڑتا ہوا نوید فخری کے پاس آیا: ''جناب! آپ کو ڈائریکٹر صاحب بلا رہے ہیں۔''

نوید فخری نے اپنا چشمہ صاف کیا اور ڈائریکٹر صاحب کے کمرے کی طرف جانے لگے۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئے، کرسی پر بیٹھا ہوا شخص ان کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔

''خوش آمدید، جناب نوید فخری صاحب!'' ڈائریکٹر نے گرم جوشی سے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور گلے ملنے کے بعد کہا: ''تشریف رکھیے۔''

نوید فخری کرسی پر بیٹھ گئے، لیکن وہ حیران تھے کہ یہ صاحب انھیں کیسے جانتے ہیں۔

''بیٹا! معاف کرنا، میں نے آپ کو نہیں پہچانا اور آپ میرا نام کیسے جانتے ہو؟''

''آپ بوڑھے ہو گئے ہیں، چشمہ بھی لگا لیا ہے اور ریٹائرڈ بھی ہو چکے ہیں تو اب اپنے ''چھوٹے دوست'' کو کیسے پہچانیں گے!''

فخری صاحب نے ذہن پر زور دیتے ہوئے یاد کرنے کی کوشش کی ''چھوٹا دوست، چھوٹا دوست...... چھوٹو چائے والا...... ارے کہیں وہ آپ......''

ڈائریکٹر اپنی سیٹ سے اُٹھا اور نوید فخری کو دوبارہ گلے لگا یا: ''چائے والا...... گرما گرم چائے......''

مسرت سے الفاظ اُن کا ساتھ نہیں دے رہے تھے، جب کہ دونوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری تھے۔

''یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ایک مسکین بچے کو اتنی عزت سے نوازا۔'' فخری صاحب نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''سچ پوچھیے تو یہ سب میں نے آپ ہی سے سیکھا ہے۔ فرض شناسی، حب الوطنی اور ایمان داری کا سبق میں نے آپ سے سیکھا ہے۔ میں نے یہاں آتے ہوئے کاؤنٹر پر آپ کو دیکھ لیا تھا اور افسوس بھی ہوا کہ آپ جیسے قابل اور ایمان دار آدمی کو اپنے حق کے لیے اتنی تگ و دو کرنی پڑ رہی ہے۔''

اس نے سارے اسٹاف کو اندر بلایا اور بتایا: ''یہ جو صاحب تمھارے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ میرے محسن ہیں۔ میرے استاد ہیں۔ تم لوگ مجھے نہیں جانتے، لیکن مسٹر نوید

فخری مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ آج میں فخر سے کہتا ہوں کہ کسی وقت میں ان ہی دفتروں میں چاے بیچتا تھا اور مسٹر فخری جیسے ایمان دار شخص کو دیکھ کر میں نے بھی عزم کیا تھا کہ انھی کی طرح اپنی ذمے داری، ایمان داری سے پوری کروں گا۔ میں اس مقام تک کیسے پہنچا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے، لیکن میں یہاں صرف اتنا بتادوں کہ میری اس کام یابی کے پیچھے والدین کی دعائیں اور مسٹر نوید فخری جیسے عظیم انسان کی حوصلہ افزائی ہے۔''

آفتاب صاحب نے جلدی جلدی پینشن کے تمام کاغذات مکمل کرا کے ان کے حوالے کیے اور خود اپنی کار میں انھیں گھر تک چھوڑ کر آئے۔

آفتاب نے اس دفتر کا ماحول بدل دیا تھا۔ اب دفتر کے عملے نے لوگوں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنے سے توبہ کر لی۔ ☆

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

نعتِ رسولِ مقبولؐ

شاعر : بہزاد لکھنوی

پسند : پرویز حسین، کراچی

مدینے کو جائیں ، یہ جی چاہتا ہے
مقدر بنائیں ، یہ جی چاہتا ہے

مدینے کے آقاؐ دو عالم کے مولا
تیرے پاس آئیں ، یہ جی چاہتا ہے

جہاں دونوں عالم ہیں محوِ تمنا
وہاں سر جھکائیں ، یہ جی چاہتا ہے

محمدؐ کی باتیں ، محمدؐ کی سیرت
سنیں اور سنائیں ، یہ جی چاہتا ہے

درِ پاک کے سامنے دل کو تھامے
کریں ہم دعائیں ، یہ جی چاہتا ہے

پہنچ جائیں بہزاؔد جب ہم مدینے
تو خود کو نہ پائیں ، یہ جی چاہتا ہے

تلقین

مرسلہ : محمد عمر امتیاز، کراچی

سمندر کے کنارے ایک شخص نے دیکھا کہ ایک لڑکا گہرے پانی میں پھنس گیا ہے اور بے رحم لہریں اس کی جان کے درپے ہیں۔

وہ دردمند سمندر میں کود پڑا اور لہروں سے لڑتا بھڑتا ڈوبتے ہوئے لڑکے کو کنارے تک لانے میں کامیاب ہو گیا۔ شدید ذہنی صدمے سے لڑکے کو کچھ افاقہ ہوا تو اس نے اپنے محسن کا شکریہ ادا کیا۔ اس شخص نے لڑکے کو تلقین کی: ”میں نے اپنا فرض ادا کر دیا بچے! اب تمھیں یہ ثابت کرنا ہے کہ تمھاری زندگی واقعی اس لائق تھی کہ اسے بچایا جاتا۔“

ماضی، حال، مستقبل

مرسلہ : کلثوم نواز، ڈیرہ اسماعیل خان

جو وقت چلا جاتا ہے، ہم اسے واپس نہیں لا سکتے۔ یہ ماضی ہے۔ آنے والے وقت کو روک نہیں سکتے، وہ مستقبل ہے، لیکن ان دنوں کے درمیان ایک وقت ہے، جسے حال کہتے ہیں۔ اس میں ہم کچھ ایسا کر سکتے ہیں، جس سے ماضی میں کی گئی غلطیاں چھپ جائیں اور ہمارا مستقبل سنور جائے۔

بات ہے سمجھ کی

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

☆ چھٹی کے بعد وہ بس میں سوار ہوا تو یاد آیا کہ آج تو وہ موٹر سائیکل لایا تھا۔

☆ آج کل لوگ اپنے موبائل فون میں قید ہیں، جبھی تو اسے ''سیل فون'' کہتے ہیں۔

☆ شدید سردی کی وجہ سے گیس پائپوں میں اور بجلی تاروں پہ جم گئی۔

☆ آج پیر کو میں خوشی خوشی دفتر گیا۔

☆ بال سفید کرنے میں زندگی گزر جاتی ہے، کالے تو آدھے گھنٹے میں ہو جاتے ہیں۔

☆ سر پر پہاڑ ٹوٹنا کسے کہتے ہیں؟ جب آپ سو رہے ہوں اور ننھے کے ہاتھ میں بیٹ آ جائے۔

☆ میرے زیادہ سونے کی وجہ یہ ہے کہ گھر میں سکون رہے۔

☆ ایک پاکستانی کی کتاب دیکھ کر امریکی ڈاکٹر کو ہارٹ اٹیک ہو گیا۔ کتاب کا عنوان تھا: ''۳۰ دن میں ڈاکٹر بنیں''۔

☆ جو ''ٹیمیں'' اپنے بزرگوں کا احترام نہیں کرتیں، وہ تباہ ہو جاتی ہیں۔ (مصباح الحق)

☆ جب سیدھی انگلیوں سے گھی نہ نکلے تو گھی کا ڈبا گرم کر لیں۔

☆ میرے سر کی قسم نہ کھایا کرو، اس میں پہلے بہت درد رہتا ہے۔

اطمینانِ قلب

مرسلہ : فاکہہ ظفر عباسی، کراچی

خوشی نہ پھولوں کے جھرمٹ میں ہے

اور نہ جگمگاتے قمقموں میں۔ میں نے باغ میں اور لہلہاتے سبزہ زاروں میں بھی لوگوں کو روتے دیکھے ہے اور نغمہ و رباب کی محفلوں میں بھی آہ و فریاد کی صدائیں سنی ہیں۔ خوشی صرف دل کے اطمینان کا نام ہے۔ اطمینان حاصل ہو تو کانٹوں کے بستر میں بھی خوشی اور مسرت کے خواب دیکھے جا سکتے ہیں، ورنہ خیالات کی بے چینی تو پھولوں کی سیج کو کانٹوں کے بستر میں تبدیل کر دیتی ہے اور اطمینانِ قلب ذکرِ الٰہی میں ہے۔

علم کے درجے

مرسلہ : اعتزاز ظفر عباسی، کراچی

علم کے پاس درجے ہیں:

☆ خاموشی۔

☆ توجہ سے سننا۔

☆ جو سُنا، اسے یاد رکھنا۔

☆ جو سیکھا، اس پر عمل کرنا۔

☆ جو علم حاصل ہو، اسے دوسروں تک پہنچانا۔

کیسا باپ، کیسا بیٹا

مرسلہ : سمیعہ توقیر، کراچی

ایک بیٹا اپنے بوڑھے والد کو اولڈ ہوم میں چھوڑ کر واپس لوٹ رہا تھا۔ اولڈ ہوم میں یتیم خانے کا سربراہ بھی موجود تھا۔

بہو بیٹا، بوڑھے کو چھوڑ کر باہر نکلے تو بہو نے اپنے شوہر سے کہا: ''تاکید کر دو کہ وہ تہوار وغیرہ میں بھی چھٹی لے کر نہ آئیں اور مستقل وہیں رہا کریں۔''

بیٹا پلٹ کر گیا تو اس کے والد یتیم خانے کے سربراہ کے ساتھ ایسے گھل مل کر بات کر رہے تھے جیسے بہت پرانا اور قریبی تعلق ہو۔ بیٹے نے پوچھ ہی لیا: ''آپ میرے والد کو کب سے جانتے ہیں؟''

انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا: ''گزشتہ تیس سال سے...... جب ہمارے پاس ایک لاوارث بچے کو گود لینے آئے تھے۔''

خوب صورت جملہ

مرسلہ : امتیاز علی ناز، لاہور

"غلطی ہوگئی ہے۔ معاف کر دیجیے۔"

یہ ایک بہت خوب صورت اور مفید جملہ ہے۔ اگر ہم یہ جملہ کہنا سیکھ لیں تو ہمارے کئی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی موقع پر باپ بیٹے سے ناراض ہو جائے اور بیٹا کہہ دے کہ ابو جی! غلطی ہوگئی ہے، معاف کر دیجیے، تو باپ ناراض ہونے کے بجائے خوش ہو جائے گا۔

دوست دوست کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ اگر ان میں سے ایک کہتا ہے کہ بھئی! غلطی ہوگئی ہے، معاف کر دیجیے۔ تو بڑے بڑے جھگڑے ختم ہو جائیں گے، مگر ہمیں یہ الفاظ آج تک کسی نے سکھائے ہی نہیں۔

یاد رکھیں! کہ آج غلطیوں کی معافی ایک دوسرے سے مانگ لینا، بہت آسان ہے اور یہ بہت اچھی عادت ہے۔

بچے کے ساتھ

شاعر : انور مسعود

پسند : رخسار اکرم، لیاقت آباد

اب تو بستے کو اُٹھانے کے لیے بچے کے ساتھ
کوئی صحت مند سا مزدور ہونا چاہیے

چند پند سود مند

مرسلہ : ملک محمد احسن، راولپنڈی

☆ زندگی میں محبت سمیٹو اور محبت بکھیرو۔

☆ جھوٹ گناہوں کی ماں ہے۔

☆ سچائی سے چہرے حسین ہو جاتے ہیں۔

☆ بھولنے والوں کو بھول جانا ہی عقل مندی ہے۔

☆ غریب وہ ہے، جس کا کوئی دوست نہ ہو۔

☆ کسی کا راز امانت ہے اور امانت میں خیانت کرنا منافق کا عمل ہے۔

☆ حقوق اللہ کی قبولیت کا انحصار حقوق العباد کی ادائی پر ہے۔

☆ دنیا کو خوش رکھنا چاہو تو کسی کی ذاتیات میں نہ اُلجھو۔

آفت زدہ

شیخ عبدالحمید عابد

شمالی اٹلی کا ایک باشندہ ''ماریو'' پھیری لگا کر اونی اور ریشمی کپڑا شہر سے لا کر پہاڑ کے دامن میں پھیلے ہوئے چھوٹے چھوٹے قصبوں میں بیچا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے حلال روزی کمانے کا جو وسیلہ پیدا کیا تھا، ماریو اس پر خوش تھا۔ اس میں حرص اور لالچ نام کو نہ تھی۔ وہ ایک نیک فطرت، سیدھا سادا غریب آدمی تھا۔

ایک دن وہ اپنا سامان فروخت کر چکا تھا کہ شام ہونے کو آئی۔ وہ کچھ ضروری سامان خچر پر لاد کر اس پر سوار ہو کر پہاڑ کے دامن سے گزرتے ہوئے شہر جانے والے راستے پر ہو لیا۔ وہ اس دن بہت خوش تھا۔

ابھی ماریو راستے میں ہی تھا کہ آسمان سے گرج چمک کے آوازیں آنے لگیں۔ اس کے بعد موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ کچھ دیر میں برف باری بھی شروع ہو گئی۔ بارش کی وجہ سے کیچڑ پیدا ہو گئی تھی۔ خچر بے چارا سنبھل سنبھل کر قدم رکھ رہا تھا۔ خچر کی یہ احتیاط زیادہ کام نہ آئی۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دو چٹانوں کے درمیان جا گرا۔

ماریو نے بہت کوشش کی کہ خچر کو اس مصیبت سے نجات دلائے، مگر کام یاب نہ ہوا۔ خچر کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ بے چارا کسی حرکت کے بغیر اسی جگہ پڑا رہا۔

اب ماریو اس فکر میں پڑ گیا کہ جو کچھ سامان اس کے پاس بچ گیا ہے، اگر کسی طرح اسے اپنی کمر پر لاد دے اور چلنا شروع کر دے تو شاید خطرے سے نکل جائے۔ اس

نے دیکھا کہ راستہ بہت لمبا ہے اور اسے طے کرنے میں بڑی مشقت اُٹھانا پڑے گی۔ آخر اس نے دل میں یہی ٹھانی کہ خچر کے پہلو میں بیٹھ کر اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دے۔ اب ماریو خچر کی پیٹھ سے ٹیک لگا کر اس سے کہنے لگا: ''اے وفادار جانور! تُو میرا ساتھ دیتا رہا ہے۔ میں بھی تیری مصیبت میں تجھے اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔''

پھر اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور آہستہ آہستہ دعا کرنے لگا: ''یا خدا! تُو ہی ہماری مدد کر سکتا ہے۔ ہمیں تیرا ہی سہارا ہے۔ اگر میری زندگی بچ گئی تو ان پہاڑوں کے خطرناک مقام پر اگر لوگوں کی جانیں خطرے میں پڑ جائیں تو انھیں بچانے کے لیے میں اپنی زندگی وقف کر دوں گا۔''

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی دعا قبول ہوگئی۔ بارش موقوف ہوگئی۔ بادل چھٹ گئے، آسمانی بجلی گرنے کا خطرہ بھی ختم ہوگیا۔ ذرا سی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہے کہ پہاڑ کے درمیانی حصے سے بڑے بڑے دو موٹے تازے کتے بڑھے چلے آ رہے ہیں اور اِدھر اُدھر اس طرح دیکھ رہے تھے، جیسے کسی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کر رہے ہیں یا کسی کی مدد کرنے آئے ہوں۔

اتنے میں پہاڑ کے پیچھے سے نکھرا ہوا چاند اُبھرا۔ ماریو سردی کی شدت سے اَکڑ کر رہ گیا تھا۔ کتوں کی نگاہ جب ماریو پر پڑی تو وہ فوراً اس کی طرف بڑھے۔ ماریو اپنے سامان اور خچر سے ٹکا ہوا اونگھ رہا تھا۔ اس نازک موقع پر کتوں نے بہت مدد کی۔ اپنے دانتوں کے درمیان ماریو کو پکڑا اور بڑی احتیاط سے اس کے کپڑوں کے ذریعے سے اسے کھینچتے ہوئے تھوڑے فاصلے پر قلعے میں لے گئے، جو یہاں بہت مشہور تھا۔

یہاں پہنچ کر ماریو نے دوبارہ زندگی پائی۔ کافی، گرمی اور غذا ملی تو چند ہی روز میں ماریو کی صحت بحال ہوگئی اور وہ اچھا خاصا تن درست ہوگیا۔ اس دوران وہ اپنے خچر کو بھی حفاظت سے یہاں تک لے آیا تھا۔

ماریو کو خدا سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا تو اس نے ایک انجمن بنائی جو ان ویران، خطرناک راستوں میں مصیبت کے مارے لوگوں کی مدد کرتی تھی۔ اس کام میں بہت سے لوگوں نے ماریو کی مدد کی۔ جلد ہی یہ علاقہ ایک ایسی بستی بن گیا، جس کے لوگ اپنے ہاں کتوں کو سدھایا کرتے، تاکہ وہ کتے آفت زدہ لوگوں کی مدد کو پہنچیں۔ ☆

سڑکیں پانی کی

اس دنیا میں بعض جگہیں ایسی خوب صورت اور دل کش ہیں کہ ان کی تصویریں دیکھنے کے بعد یقین نہیں آتا اور ہمیں لگتا ہے کہ جیسے فلم بنانے کے لیے سیٹ لگایا گیا ہے۔

اس جگہ کی تصویریں دیکھنے کے بعد یہ بھی لگتا ہے کہ یہ کسی نونہال کا خواب ہے یا پھر ہالینڈ میں ڈزنی لینڈ کھل گیا ہے، مگر یہ حقیقت میں شمالی ہالینڈ کا ایک گاؤں، جس کا نام گیتھورن ہے۔ اس گاؤں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جانے کے لیے نہریں ہیں، باقاعدہ سڑکیں نہیں ہیں۔ چناں چہ یہ نہروں کا شہر ہے۔

اس گاؤں میں تقریباً ۲۶۰۰ افراد رہتے ہیں۔ وہاں گھومنے پھرنے کم ہی افراد جاتے ہیں۔ وہاں زیادہ تر خاموشی چھائی رہتی ہے۔ سوائے بطخوں کی قیں قیں یا چڑیوں کی چہچہاہٹ کے کچھ اور سنائی نہیں دیتا۔ گیتھورن میں پکی سڑکیں بھی ہیں، لیکن بہت ہی کم۔ یہاں تک کہ ڈاکیا کشتیوں کے ذریعے سفر کر کے ڈاک بانٹتے ہیں۔

گاؤں کی سیر کرنا چاہیں تو یورپ کے شہر ایمسٹرڈم سے ہوتے ہوئے کار کے ذریعے وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ ☆

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

نھنے مزاح نگار

ہنسی گھر

ڈاکٹر: ''اگر تم روزانہ گائے کا دودھ پینا شروع کر دو تو جلد صحت مند ہو جاؤ گے۔''

مریض: ''ڈاکٹر صاحب! میرے ایک دوست نے گائے کا دودھ پینا شروع کیا تو وہ بڑی بُری موت مرا۔''

ڈاکٹر: ''وہ کیسے؟''

مریض: ''وہ دودھ پی رہا تھا کہ گائے اس کے اوپر گر پڑی۔''

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

ایک میوزیکل کمپنی کو ''پاپ میوزک گروپ'' کے لیے ان نوجوانوں کی ضرورت تھی، جن میں درجِ ذیل خصوصیات ہوں: بے تکی شاعری، بے سُری آواز، گانے کے نام پر مکروہ چیخوں کے ساتھ عجیب و غریب حرکتیں کرنے میں مہارت۔ اس کے علاوہ ایک پھٹی پرانی جینز ہونا لازمی ہے۔ تعلیم، تجربے، عمر اور اچھی آواز کی کوئی قید نہیں۔ ٹیڑھے میڑھے نوجوان فوری رابطہ کریں۔''

اُچھل کود گروپ، اسپیکر کالونی، گٹار محلہ، پیانو روڈ۔

مرسلہ : ایمان اشعر، ماہ نور اشعر، دستگیر

دوستوں کی محفل میں ایک صاحب بڑے فخر سے بتا رہے تھے: ''کل میں نے اتنی بڑی مچھلی پکڑی کہ خود مجھے حیرت ہونے لگی۔ اس مچھلی کا وزن ۴۰ کلو کے لگ بھگ تھا۔''

ان صاحب کا چھوٹا بچہ بھی قریب ہی بیٹھا اپنے والد کی گفتگو سن رہا تھا۔ والد کا جملہ ختم ہوتے ہی وہ بولا: ''اور ابو اتنے اچھے ہیں کہ انھوں نے وہ مچھلی میری بلی کو کھلا دی۔''

مرسلہ : ایہا آصف، کراچی

شاگرد: ''سر! جو کام میں نے کیا ہی نہ ہو، کیا مجھے اس کی بھی سزا ملے گی؟''

استاد: ''نہیں، بالکل نہیں۔''

شاگرد: ''سر! آج میں نے ہوم ورک نہیں کیا۔''

مرسلہ : حسام عامر، سندھی ہوٹل

😊 لڑکا: (حجام سے): دیکھو، میری حجامت اچھی طرح بنانا۔''

حجام: ''کس طرح کی بناؤں؟''

لڑکا: ''ابا جان کی طرح، درمیان سے صاف اردگرد باریک جھالر۔''

مرسلہ : پرویز حسین، گلبرگ

😊 ایک آدمی کی دو بیویاں تھیں، جو آپس میں لڑتی رہتی تھیں۔ ایک دن وہ آدمی گھر آیا تو وہ لڑ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا: ''کیوں لڑ رہی ہو؟''

ایک نے کہا: ''آج بدھ ہے۔''

دوسری نے کہا: ''آج جمعرات ہے۔''

ان دونوں کی بحث سے تنگ آ کر آدمی نے کہا: ''میں بے وقوف ہوں جو جمعہ کی نماز پڑھ کر آ رہا ہوں۔''

مرسلہ : مدیحہ رمضان بھٹہ، بلوچستان

😊 ایک بچہ تیزی سے گھر میں داخل ہوا اور ایک بلب پر باپ کا نام لکھ کر لگا دیا۔

ماں نے پوچھا: ''بیٹا! یہ کیا کر رہے ہو؟''

بچے نے جواب دیا: ''ابو کا نام روشن کر رہا ہوں۔''

مرسلہ : نہاں صفوان، بہادر آباد

😊 استاد صفائی کے بارے میں بتا رہے تھے۔ ایک شاگرد نے کہا: ''سر! میں تو ہمیشہ صفائی کا خیال رکھتا ہوں۔''

استاد نے کہا: ''میں نے ابھی دیکھا کہ تم نے زمین سے ٹافی اُٹھائی اور کھائی۔''

شاگرد: ''پہلے چاٹ کر صاف کی، پھر کھائی۔''

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

😊 ون ڈے کے کرکٹ میچ ختم ہونے کے بعد منیجر نے ایک کھلاڑی کو بلایا اور شاباشی دیتے ہوئے کہا: ''تم بہت اچھا کھیلتے ہو۔''

کھلاڑی نے جھجکتے ہوئے کہا: ''شکریہ سر! میں تو یہ سمجھا کہ میں بہت خراب کھیلا ہوں۔''

منیجر نے دوبارہ شاباشی دیتے ہوئے کہا: ''نہیں، نہیں...... تم مخالف ٹیم کے حق

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

میں بہت اچھا کھیلے ہو۔''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

ماں: (بیٹے سے) ''اے بیٹا! کچھ کھالے۔''

بیٹا: ''ماں! میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔''

ماں: ''اچھا بیٹا! کیلا کھالے۔''

بیٹا: ''میں نہیں کھاؤں گا۔''

ماں: ''اچھا بیٹا! بریانی کھالے۔''

بیٹا: ''میں نہیں کھاؤں گا۔''

ماں: ''کم بخت! یہ بھی بڑے بھائی پر گیا ہے۔ جوتے ہی کھائے گا۔''

مرسلہ : آصف علی کھوسہ، ڈیرہ اللہ یار

ایک صاحب شادی میں بڑی رغبت سے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک شناسا نے انھیں ٹوکتے ہوئے کہا: ''جناب! پانی کے لیے بھی گنجایش رکھیے گا۔''

وہ صاحب ذرا توقف سے بولے: ''بھائی! بس کتنی ہی بھری کیوں نہ ہو، کنڈیکٹر اپنی جگہ خود ہی بنالیتا ہے۔''

مرسلہ : اُمیمہ شاہد، گولیمار

استاد: (شاگرد سے) ''کنجوس کی تعریف کرو۔''

شاگرد: (ادب سے) ''کیا کنجوس بھی تعریف کے قابل ہوتا ہے؟''

مرسلہ : محمد احمد غزنوی، تیمر گرہ

ایک ملازم نے چڑیا گھر میں شیر کا پنجرہ کھلا چھوڑ دیا۔ افسر نے پوچھا: ''تم نے شیر کے پنجرے کو تالا نہیں لگایا تھا؟''

ملازم نے معصوم شکل بنا کر جواب دیا: ''تالا لگانے کی کیا ضرورت تھی، اتنے خوف ناک جانور کو آخر کون چوری کرے گا۔''

مرسلہ : ربیعہ توقیر، کراچی

استاد: (شاگرد سے) ''عین نوازش ہوگی، کو جملے میں استعمال کرو۔''

شاگرد: ''اگر آپ مجھے اسکول سے ہفتے میں پانچ چھٹیاں دیں تو آپ کی عین نوازش ہوگی۔''

مرسلہ : محمد سلمان زاہد، کراچی

☆☆☆

جنت کا راستہ

محمد طارق

''لگتا ہے انور، ابا کی پوری جائداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے!'' اسلم نے اپنے بھائی سے کہا۔

اکرم نے بھی دل کی بھڑاس نکالی: ''ابھی میں ابا جان سے ملنے گیا تو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے لقمے بنا کر ابا جان کو کھانا کھلا رہا تھا۔ کبھی پاؤں دبا رہا تھا، کبھی ابا جان کے کپڑے دھو رہا ہے تو کبھی بستر بچھا رہا ہے۔ کبھی سہارا دے کر صحن میں چہل قدمی کروا رہا ہے۔ کبھی لوٹا بھر کر وضو کرایا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ بھابی جان بھی کروا سکتی ہیں، مگر مجال ہے کہ ان کو قریب آنے دیں۔ بس چوبیس گھنٹے خدمت کی آڑ میں انور کا پوری جائداد پر قبضہ کرنے کا ارادہ ہے۔''

اسلم نے کہا: ''واقعی، وہ چاہتا بھی یہی ہے کہ ابا جان کی خدمت کا ڈراما رچا کر ان کے اتنا زیادہ قریب ہو جائے کہ وہ یہی سمجھنے لگیں کہ ان کا صرف ایک ہی بیٹا ہے اور وہی ساری جائداد کا مالک ہوگا۔ ہم نے کئی بار کہا کہ ابا جان کی خدمت کے لیے کسی نوکر کو مقرر کر دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ جب اولاد جوان ہو جائے تو والدین کی خدمت کے لیے نوکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں ہی ابا جان کا نوکر ہوں۔''

اکرم، اسلم اور انور سیٹھ امجد خاں کے بیٹے تھے۔ بڑا اکرم، اسلم منجھلا اور انور سب سے چھوٹا۔ بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ امجد خاں کو اللہ نے خوب مال و دولت سے نوازا تھا۔ ساری زندگی خوب کمایا اور جمع کیا۔ اس وقت بھی کروڑوں کی جائداد تھی۔ اب وہ بوڑھے

ہو چکے تھے، لہٰذا گھر میں ہی رہتے تھے۔ تینوں بیٹوں کو کاروبار کے لیے ایک بڑی مارکیٹ میں دکانیں خرید کر ان کے نام کر دی تھیں۔ ایک بہت بڑا گھر تھا۔ اس گھر کے تین حصے کیے گئے تھے، جس میں تینوں بھائی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ الگ الگ رہتے تھے۔ خود امجد خاں اپنے بیٹے انور کے ساتھ رہتے تھے، جو ان کی بہت زیادہ خدمت کرتا۔

چھٹی کا دن تھا۔ اکرم اور اسلم دونوں لان میں بیٹھے تھے۔ ملازم یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابا جان آپ دونوں کو یاد کر رہے ہیں۔

''کیوں خیریت تو ہے؟'' اکرم نے سوالیہ نظروں سے اسلم کی طرف دیکھا۔

اسلم نے جواب دیا: ''میرا دل نہ جانے کیوں دھک دھک کر رہا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انور کا جائداد پر قبضہ کرنے کا منصوبہ کامیاب ہو گیا ہو۔ جس کی خبر ابا جان دینا چاہ رہے ہوں؟''

اکرم نے کہا: ''وہ تو وہاں جا کر معلوم ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے خود بھی کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے۔''

''چلو پھر چلتے ہیں۔'' اسلم نے کہا اور دونوں کچھ سوچتے ہوئے ابا جان کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ سامنے کا منظر دیکھ کر ان کے چہروں کا رنگ اُڑ گیا۔ ابا جان کے وکیل دوست اکبر علی خاں، انور اور ابا جان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور میز پر جائداد کے کاغذات سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔

''ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہونے والی ہے۔ انور اسی لیے ابا جان کے ساتھ چمٹا رہتا تھا، تاکہ ایک نہ ایک دن ساری جائداد اسی کے نام ہو جائے

اور وہ دن آ ہی گیا۔'' اسلم چلانے والے انداز میں بولا۔

''میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' ابا جان تیز آواز میں بولے۔

''ابا جان! ہم دونوں کی باتیں بھلا آپ کی سمجھ میں کہاں آئیں گی! آپ تو فقط انور کی بات سمجھتے ہیں۔'' اب کی بار اکرم طنزیہ انداز میں بولا۔

''دیکھو بیٹا! صبر کرو اور پہلے ہماری بات تو سنو۔'' ابا جان نرم لہجے میں بولے۔

''واقعی ابا جان! اب صبر کے سوا بچا ہی کیا ہے۔ اب ساری زندگی ہمیں صبر ہی کرنا پڑے گا۔'' اسلم شکایت بھرے لہجے میں بولا۔

''پہلے میری بات تو سن لو! پھر جو چاہے کہتے رہنا۔'' ابا جان روہانسے ہو گئے۔
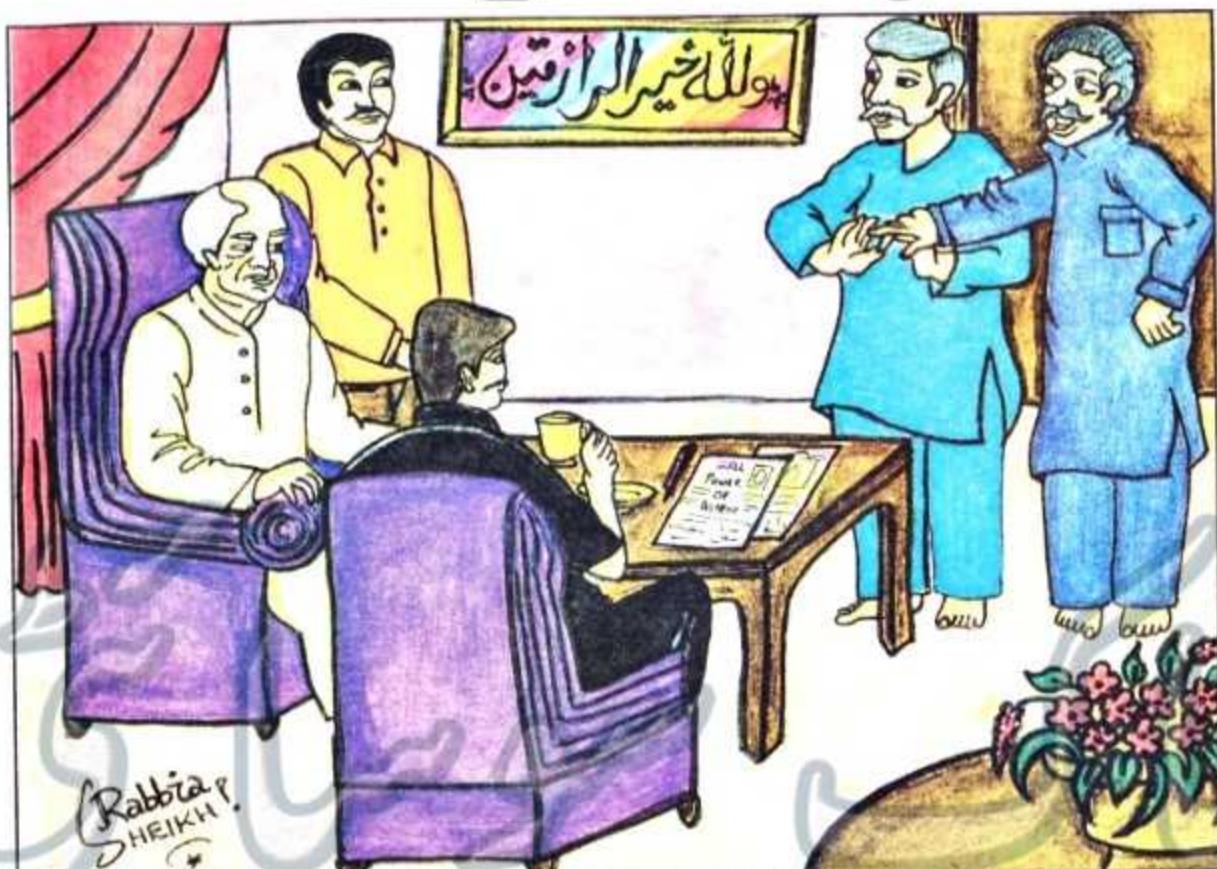
اکرم بیچ میں بول اُٹھا: ''آپ یہی اعلان کرنا چاہتے ہیں نا کہ میں نے اپنی ساری جائداد اپنے دوست اکبر علی خاں کی موجودگی میں اپنے پیارے بیٹے انور کے نام کرتا ہوں اور باقی دونوں کا اس جائداد میں کوئی حصہ نہیں، لیکن اس کے ساتھ ہمارا اعلان بھی سن لیں کہ آج کے بعد انور سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں۔'' اکرم غصے میں بولتا چلا گیا۔ اسلم نے بھی اس کی پُر زور حمایت کی۔

''تم دونوں غلط سمجھ رہے ہو، ایسی بات نہیں۔'' ابا جان دھیمے لہجے میں بولے۔

''پھر کون سی بات ہے؟'' اکرم بولا۔ اس کے لہجے میں اب بھی سختی تھی۔

''بتاتا ہوں بیٹا! بتاتا ہوں۔'' ابا جان نے ٹھنڈی سانس بھری۔ رومال سے

آنکھیں خشک کیں اور کہنا شروع کیا: ''سنو، انور میری جو خدمت کرتا ہے، یہ جائداد پر قبضہ کرنے کی غرض سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور والدین کا حق سمجھ کر کرتا ہے۔تم لوگوں کی طرف سے جو جائداد پر قبضہ کرنے والی باتیں یہاں تک پہنچتی ہیں تو انور غم سے نڈھال ہو جاتا ہے۔ پہلے تو برداشت کرتا رہا۔اب بہت دنوں سے یہ مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اپنی ساری جائداد تم دونوں کے نام کر دوں۔''

کک...... کیا؟'' دونوں کے منھ سے اچانک نکلا۔

''ہاں بیٹا! یہی بات ہے۔ میں مسلسل انکار کرتا رہا، لیکن اس کا اصرار بڑھتا چلا گیا۔آخر اس نے مجھے آج یہ فیصلہ سنانے پر مجبور کر دیا ہے کہ آج سے میری ساری جائداد تم دونوں کے نام ہے اور...... اور میں اپنے بیٹے انور کے نام ہوں۔انور نے جنت کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔'' ابا جان یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے اور ان دونوں کے سر شرم کے مارے جھکتے چلے گئے۔ ☆

بلاعنوان انعامی کہانی

شائستہ قیصر

وہ ۱۹۴۴ء کی ایک ٹھنڈی شام تھی۔ کوئی عام سی شام نہیں، بلکہ کرسمس کی ایک شام! لیکن ہمیں خوشی کی کوئی خبر ملنے کی اُمید نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب ہمارے مکان کے دروازے پر دستک ہوئی تو ہماری دھڑکنیں انجانے خوف سے تیز ہو گئیں۔ اس وقت ہمیں گمان نہیں تھا کہ ہم ایک عجیب واقعہ دیکھنے والے ہیں۔

اس وقت میری عمر بارہ سال تھی اور ہم جرمنی اور بیلجیئم کی سرحدوں کے قریب ''ہرٹ گن'' جنگل میں ایک چھوٹے سے کاٹیج میں رہ رہے تھے۔ دوسری جنگِ عظیم شروع

ہونے سے پہلے یہ کاٹیج خالی ہی رہتا تھا۔ ہفتے میں صرف دو دن ہمارے والد شکار کی غرض سے اس جنگل میں آتے تھے۔ ہمارا اصل گھر آچن میں تھا، لیکن اتحادیوں کی بمباری سے وہ تقریباً تباہ ہو گیا تھا۔ یہی غنیمت تھا کہ ہماری جانیں بچ گئیں۔ اس کے بعد والد صاحب نے مجھے اور میری والدہ کو اس کاٹیج میں رہنے کے لیے بھیج دیا۔ خود انھیں سرکاری حکم کے مطابق سول ڈیفنس میں بھرتی ہو کر چار میل دور ایک سرحدی قصبے میں جانا پڑا۔

ہمیں کاٹیج میں بھیجتے وقت انھوں نے کہا تھا: ''جنگل میں تم محفوظ رہو گے۔'' پھر انھوں نے خاص طور سے مجھے ہدایت کی: ''اپنی ماں کا خیال رکھنا، بلکہ یوں سمجھو کہ اب تم ہی کنبے کے سربراہ ہو۔''

میں یہ بات بتا دوں کہ ہم جرمن ہیں اور جرمنی اس وقت جنگ کی بازی ہار چکا تھا،

لیکن کرسمس سے نو دن پہلے جرمن فیلڈ مارشل نے ایک آخری کوشش کی اور اپنی تمام بچی کچی طاقت جمع کر کے دفاعی جنگ شروع کی تھی۔ اس وقت بھی ہمارے چاروں طرف گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ ہزاروں اتحادی اور جرمن فوجی اس علاقے میں لڑ رہے تھے۔ ہر آنے والا لمحہ نہ جانے ان میں سے کتنوں کی موت کا پیغام لے کر آ رہا تھا اور ہم موت کے اس بازار کے بالکل بیچوں بیچ رہ رہے تھے۔

دروازے پر پہلی دستک سنتے ہی مما نے پھونک مار کر موم بتیاں بُجھا دیں۔ میں دروازہ کھولنے کے لیے اُٹھ چکا تھا، لیکن مما نے مجھے پیچھے ہٹا دیا اور خود آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

باہر برف سے ڈھکے ہوئے درختوں کے پس منظر میں لوہے کی ٹوپیوں والے دو فوجی بھوتوں کی طرح کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے مما سے کچھ کہا، لیکن اس کی زبان ہم سمجھ نہیں سکے۔ پھر اس نے اپنے تیسرے ساتھی کی طرف اشارہ کیا، جو برف پر لیٹا ہوا تھا۔ تب اچانک ہی ہمیں احساس ہوا کہ وہ امریکی فوجی تھے، ہمارے دشمن! مما کا ہاتھ میرے کندھے پر تھا اور وہ بے حس و حرکت کھڑی تھیں۔

فوجیوں کو احساس ہو چکا تھا کہ ہم ان کی زبان نہیں سمجھ رہے۔ وہ مسلح تھے، چاہتے تو زبردستی اندر آ سکتے تھے، لیکن وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اجازت مانگ رہے تھے۔ ان کا زخمی ساتھی تقریباً مردہ ہی نظر آ رہا تھا۔

''کومت ریَن!'' آخر مما نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ اس کا مطلب تھا کہ اندر آ جاؤ۔ وہ اپنے زخمی ساتھی کو اُٹھا کر اندر لے آئے اور اسے میرے بیڈ پر لٹا دیا۔ ان میں سے کوئی بھی جرمن زبان نہیں سمجھتا تھا۔ مما نے فرانسیسی میں بات کی تو پتا چلا کہ ان میں سے ایک تھوڑی بہت فرانسیسی بول اور سمجھ سکتا ہے۔ پھر مما زخمی فوجی کے لیے جو کچھ کر سکتی

تھیں، کرنے لگیں۔ ساتھ ہی انھوں نے مجھے ہدایت کی: ''بالٹی لے کر جاؤ اور باہر سے تھوڑی برف اُٹھا لاؤ۔ ان دونوں کے ہاتھ سردی سے نیلے ہو رہے ہیں۔''

انھوں نے بتایا کہ ان کے صرف ہاتھ ہی نہیں، پاؤں بھی سردی سے بے جان ہو رہے ہیں۔ میں بالٹی میں برف لے کر آیا اور ان کے دستانے اور جوتے اُتروا کر ان کے ہاتھ پیروں پر برف رگڑنے لگا۔

ہمیں پتا چلا کہ ان میں جو ذرا چھوٹے قد اور سیاہ بالوں والا تھا، اس کا نام جم تھا۔ اس کا ساتھی لمبے قد کا تھا۔ اس کا نام رابن تھا۔ زخمی فوجی کا نام ہیری تھا۔ وہ میرے بیڈ پر سو چکا تھا۔ اس کا چہرہ باہر پڑی ہوئی برف کی طرح سفید تھا۔

انھوں نے بتایا کہ وہ اپنی بٹالین سے بچھڑ گئے ہیں اور تین دن سے جنگل میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کو تلاش کر رہے تھے اور جرمنوں سے چھپتے پھر رہے تھے۔ انھوں نے کئی دنوں سے شیو نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود نئی عمر کے لڑکے دکھائی دے رہے تھے۔

پھر مما نے مجھ سے کہا: ''جاؤ اور ہرمین کو ڈربے سے نکال لاؤ اور پچھلی کوٹھری سے چھے آلو بھی لے آؤ۔''

ہرمین دراصل ہمارے اس مرغے کا نام تھا، جسے ہم نے خوب کھلا پلا کر پالا پوسا اور موٹا کیا تھا۔ میں اور جم کھانا پکانے میں مما کا ہاتھ بٹانے لگے۔ رابن اپنے زخمی ساتھی کے قریب بیٹھا تھا۔ اس کی ران میں گولی لگ گئی تھی۔ مما نے بستر کی چادر پھاڑی اور اس کی پٹیاں بنا کر رابن کو دیں، جنھیں اس نے کس کر ہیری کی ران پر لپیٹ دیا تھا۔

جلدی ہی گھر میں بھنے ہوئے مرغ اور دوسری چیزوں میں خوش بو پھیل گئی۔ میں میز پر کھانا سجانے کی تیاری کر رہا تھا کہ دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی۔ میں سمجھا کہ بھٹکے

بھٹکے ہوئے کچھ اور امریکی فوجی آن پہنچے ہیں، اس لیے میں بلا جھجک دروازہ کھول دیا۔ سامنے چار فوجی کھڑے تھے، جن کی وردیاں میں پہچان رہا تھا۔ وہ جرمن تھے۔

میں خوف سے اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔ بے شک میں بچہ تھا، لیکن جنگ کے پانچ سال دیکھ چکا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ دشمن ملک کے فوجیوں کو پناہ دینا ایک سنگین جرم ہے۔ اس جرم کی سزا کے طور پر ہمیں موقعے پر ہی گولی ماری جا سکتی تھی۔ مما بھی خوف زدہ ہو چکی تھیں، لیکن پھر انھوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور باہر قدم رکھتے ہوئے فوجیوں کو جرمن زبان میں کرسمس کی مبارک باد دی۔ فوجیوں نے بھی جواب میں مبارک باد دی۔ پھر ان میں سے ایک فوجی جس کا نام کارپورل تھا، بولا: ''ہم اپنی رجمنٹ سے بچھڑ گئے ہیں۔ دن ہونے تک ہمیں پناہ چاہیے۔ اس وقت تک کیا ہم یہاں آرام کر سکتے ہیں؟''

''کیوں نہیں۔'' مما نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔ خود حد سے گزر جائے تو پھر لہجے میں ایسا ہی سکون آ جاتا ہے۔

''تم لوگ نہ صرف آرام کر سکتے ہو، بلکہ تازہ پکا ہوا گرم گرم کھانا بھی کھا سکتے ہو۔''

فوجیوں کے چہرے پر رونق سی آ گئی۔ مما مضبوط لہجے میں بات جاری رکھتے ہوئے بولیں: ''لیکن اندر تین مہمان اور بھی ہیں، جنھیں شاید تم دوستوں میں شمار نہ کرو۔''

ان کے لہجے میں ایک عجیب بزرگانہ سا رُعب اور اعتماد آ گیا: ''لیکن آج کرسمس کی رات ہے۔ کم از کم آج کی رات میرے گھر میں کوئی ہنگامہ یا خوں ریزی نہیں ہوگی، کوئی گولی نہیں چلے گی۔''

''کون ہیں وہ لوگ، امریکی؟'' کارپورل بولا۔

مما نے باری باری ان کی طرف دیکھا۔ پھر دھیمے لہجے میں بولیں: ''دیکھو! تم

میرے بیٹوں کی طرح ہو، لیکن وہ تینوں جو اندر ہیں، وہ بھی میرے بیٹے ہو سکتے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکے کی ٹانگ زخمی ہے۔ وہ زندگی اور موت کی کش مکش میں مبتلا ہے۔ اس کے دونوں ساتھی تمھاری طرح اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے ہیں۔ تمھاری طرح بھٹکے ہوئے اور تمھاری ہی طرح تھکن سے چُور اور بھوک سے بے حال ہیں۔ کم از کم صرف آج کی رات ہمیں خوں ریزی کو بھول جانا چاہیے۔''

کارپورل پلکیں جھپکائے بغیر مما کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ دو تین سیکنڈ گزر گئے۔ وہ لوگ شاید کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پا رہے تھے، لیکن مما نے خود ہی فیصلے کا اعلان کر دیا: ''باتیں بہت ہو چکیں۔ براہِ کرم اپنے تمام ہتھیار یہیں برآمدے میں لکڑیوں کے ڈھیر پر رکھ دو اور جلدی سے اندر آ جاؤ۔ وہ لوگ کہیں سارا کھانا چٹ نہ کر جائیں۔''

ان لوگوں نے سحر زدہ سے انداز میں اپنے ہتھیار لکڑیوں کے ڈھیر پر رکھنے شروع کر دیے۔ اس دوران مما اندر آئیں۔ انھوں نے جم سے فرانسیسی زبان میں کچھ کہا۔ اس نے رابن سے انگریزی میں کچھ بات کی اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی، جب میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بھی اپنے ہتھیار مما کے حوالے کر رہے ہیں۔

چند لمحے بعد امریکن اور جرمن ایک دوسرے کے دشمن ایک ہی کمرے میں جمع تھے۔ جرمن ابھی تک سردی سے سوں سوں کر رہے تھے اور مما ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ہمارے گھر میں صرف تین کرسیاں تھیں، لیکن مما کا بیڈ کافی بڑا تھا۔ انھوں نے اس پر دو امریکیوں اور دو جرمنوں کو ساتھ ساتھ بٹھا دیا۔

ماحول میں ابھی کشیدگی اور تناؤ تھا، لیکن مما اس کی پروا کیے بغیر کھانے کے انتظامات مکمل کرنے لگیں، لیکن ظاہر ہے اب ذبح ہونے کے بعد ہرمین کا گوشت زیادہ تو

نہیں ہوسکتا تھا، جب کہ کھانے والے چار اور آچکے تھے۔

مما نے سرگوشی میں مجھے حکم دیا: ''جلدی سے کوٹھری سے کچھ آلو اور لے آؤ اور گوشت کا کوئی ٹکڑا ہو تو وہ بھی لے آنا۔ یہ لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اور بھوک میں آدمی کو غصہ زیادہ آتا ہے۔''

جب میں کوٹھری سے واپس کمرے میں آیا تو دیکھا کہ ایک جرمن فوجی عینک لگا کر زخمی امریکی، ہیری کا معائنہ کر رہا تھا۔ پھر اس نے خاصی رواں انگریزی میں بتایا کہ زبردست سردی ان کے ساتھی کے حق میں اچھی ثابت ہوئی کہ اس کے زخم میں خرابی پیدا نہیں ہوئی اور خون کا بہاؤ بھی آخر رُک گیا تھا۔

ماحول سے اب تناؤ اور کشیدگی ختم ہوتی جا رہی تھی۔ اب میں نے ذرا اطمینان سے جرمن فوجیوں کا جائزہ لیا تو حیران رہ گیا کہ وہ امریکیوں سے بھی کم عمر تھے۔ ان میں سے دو تو شاید صرف سولہ سال کے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ عمر کارپورل کی تھی۔ وہ لگ بھگ بائیس سال کا تھا۔

پھر مما نے دعا پڑھی تو ان سب کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔ میں نے دیکھا کہ چاروں طرف بیٹھے ہوئے فوجیوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ ان میں کوئی جرمن تھا، کوئی امریکی۔ میدانِ جنگ میں وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، مگر اس وقت کندھے سے کندھا ملائے بیٹھے تھے اور ایک ہی جیسے لگ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں ایک جیسے آنسوؤں کی جھلملاہٹ تھی۔ وہ سب اپنے اپنے گھروں سے سیکڑوں میل دور تھے اور ان سب کو جنگ نے جوانی میں ہی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

مما تمام رات ہیری کو جو نیم بے ہوش تھا، چمچے سے شوربا پلاتی رہیں۔ صبح ہونے تک وہ پوری طرح جاگ گیا تھا۔ اس کی حالت اب کافی بہتر نظر آ رہی تھی۔ ناشتے کے بعد

ممانے اپنے گھر سے دو سیدھے ڈنڈے تلاش کر کے انھیں دیے اور ساتھ ہی ایک مضبوط قسم کا میز پوش بھی۔ تمام فوجیوں نے مل کر ان چیزوں سے ہیری کے لیے ایک اسٹریچر تیار کیا۔ پھر جرمن کارپورل نے ان امریکیوں کو سمجھایا کہ وہ کس طرح اپنے مورچوں تک واپس پہنچ سکتے ہیں۔ اس نے جم سے ایک نقشہ لے کر اس کی مدد سے اس کی رہ نمائی کی۔

جم نقشے پر ایک جگہ اُنگلی رکھتے ہوئے بولا: ''لیکن ہم اس چوکی پر کیوں نہ پہنچ جائیں؟''

کارپورل تقریباً چیخ اُٹھا: ''اس چوکی پر ہرگز مت جانا۔ یہ چوکی ہم لوگ اتحادیوں کے قبضے سے چھڑا چکے ہیں۔''

پھر ممانے ان سب کے ہتھیار واپس دیتے ہوئے کہا: ''لڑکو! خدا تم سب کو اپنی امان میں رکھے۔ میں چاہتی ہوں کہ ایک روز تم سب اپنے اپنے گھر پہنچ جاؤ، جہاں نہ جانے کون کون تمھارا انتظار کر رہا ہوگا۔''

پھر جرمن اور امریکی فوجیوں نے ہاتھ ملائے اور الگ الگ سمتوں میں روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۸۳ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- مئی ۲۰۱۷ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

انوکھی تاریخ

۱۴- ستمبر ۷۸۶ء کی رات اس اعتبار سے نہایت منفرد ہے کہ اس رات چوتھے عباسی خلیفہ ''ہادی'' کا انتقال ہوا، اسی رات دوسرے خلیفہ ''ہارون الرشید'' نے حکومت سنبھالی اور اسی رات مستقبل کے خلیفہ ''مامون الرشید'' نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ماہِ رجب ۱۵۰- ہجری کی جس رات امام ابو حنیفہؒ کا وصال ہوا، اسی رات امام شافعیؒ اس دنیا میں تشریف لائے۔ یہ دونوں اسلامی فقہ کے امام ہیں۔ ان کے ماننے والے دنیا کے ہر خطے میں پائے جاتے ہیں۔

پاکستان کی پہلی قرارداد

سندھ وہ پہلا صوبہ ہے جہاں صوبائی مسلم لیگ کے ایک اجلاس (منعقدہ ۱۰- اکتوبر ۱۹۳۸ء) میں یہ قرارداد پیش کی گئی کہ ہندستان کو مسلم اور غیر مسلم ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی۔

اسی طرح یہ اعزاز بھی صوبہ سندھ کو ہی حاصل ہے کہ اس کی صوبائی دستور ساز اسمبلی میں ۳ مارچ ۱۹۴۳ء کو سب سے پہلے مسلمانوں کے لیے علاحدہ ریاست کی قرارداد پیش کی گئی، جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ یہ قرارداد مشہور رہنما غلام مرتضیٰ سید (جی ایم سید) نے پیش کی تھی۔

ہندستان بھر کے مسلمانوں کی متفقہ قرارداد لاہور میں منعقدہ اجلاس مارچ ۱۹۴۰ء

میں پیش کی گئی اور منظور ہوئی ۔ اس قرارداد کے سات سال بعد پاکستان قائم ہوا۔

شہاب بیتی/شہاب نامہ

پاکستان کی اعلا خدمات (سول سروسز) سے تعلق رکھنے والے شہاب الدین رحمت اللہ سچے اور دیانت دار افسر تھے ۔ انھوں نے اپنی سرگزشت ''شہاب بیتی'' کے نام سے لکھی ۔ ان کا انتقال ۱۹۹۲ء میں ہوا۔

حسنِ اتفاق کہ ''شہاب نامہ'' کے عنوان سے ایک آپ بیتی اردو ادب اور تاریخِ پاکستان کا حصہ ہے ۔ اسے قدرت اللہ شہاب نے لکھا ہے ۔ وہ بھی پاکستان کی سول سروس کا حصہ رہے ۔ وہ پاکستان کے صدر محمد ایوب خان کے پرائیوٹ سیکریٹری رہے ۔ ان کا انتقال ۱۹۸۶ء میں ہوا۔

یوریکا

مشہور ریاضی داں ارشمیدس ۲۸۷ قبلِ مسیح میں اٹلی میں پیدا ہوا ۔ اس نے میکانیات اور علم مائعات کے اصول بنائے ۔ اجرام فلکی (آسمان کے ستارے اور سیارے وغیرہ) کی حرکات معلوم کرنے کا آلہ تیار کیا ۔ ایک روز بادشاہ نے انھیں سونے کے تاج میں کھوٹ معلوم کرنے کا کام سونپا ۔ ناکامی کی صورت میں ان کے لیے موت تھی ۔ وہ اس کا حل تلاش کرنے میں مصروف رہے ۔ ایک روز شہر کے حمام میں نہاتے ہوئے انھیں اس کا حل معلوم ہوگیا ۔ کہتے ہیں ، وہ کپڑے پہنے بغیر حمام سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے :

''یوریکا ، یوریکا ۔'' یوریکا کے یونانی زبان میں معنی ہیں : میں نے پالیا۔

یوریکا (EUREKA) امریکی ریاست کیلیفورنیا کا ساحلی شہر بھی ہے ۔ یہ شہر

سرخ لکڑی کے جنگلات کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہاں زیادہ تر سفید فام یورپی آباد ہیں۔ یہ شہر اُنیسویں صدی میں قائم ہوا۔ یہاں ایک قدیم چڑیا گھر بھی واقع ہے۔

فٹ بال/ ہینڈ بال

فٹ بال، ایک مشہور کھیل ہے۔ اس میں پیروں سے گیند کو ضرب لگانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اگر ہاتھ سے گیند لگ جائے تو اسے فاؤل کہا جاتا ہے۔ ہاتھ کے استعمال کی اجازت صرف گول کیپر کو ہوتی ہے۔

اسی طرح ہینڈ بال میں صرف ہاتھوں سے گیند کو ضرب لگائی جاتی ہے۔ پیروں کے استعمال سے فاؤل مانا جاتا ہے۔ صرف گول کیپر کو ہی پیروں سے گیند کو روکنے کی اجازت ہوتی ہے۔

زیر۔ زبر۔ پیش

چَرانا، ہندی زبان کا لفظ ہے۔ (زبر کے ساتھ) اس کے معنی ہیں، جانوروں کو جنگل میں لے جا کر سبز گھاس کھلانا۔

چُرانا (پیش کے ساتھ) یہ بھی ہندی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں چوری کرنا یا چھپانا۔

چَرّانا (زبر اور تشدید کے ساتھ) ہندی زبان میں اس کے معنی ہیں زخم کا پھٹنا یا تڑخنا۔ نرم زخم خشک ہو کر درد کرنا۔

☆☆☆

انعامی سلسلہ ۲۵۷

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ مئی ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ قرآن پاک کی .... میں واقعہ معراج کا ذکر موجود ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل ۔ سورہ بقرہ ۔ سورہ حدید)

۲۔ حضرت امام حسینؓ شعبان .... ہجری میں پیدا ہوئے۔ (۲ ۔ ۴ ۔ ۶)

۳۔ سلطان یوسف بن تاشفین نے ۱۰۶۲ء میں شہر .... کی بنیاد رکھی تھی۔ (قبرص ۔ طرابلس ۔ مراکش)

۴۔ ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء سے ۱۱ اگست ۱۹۵۵ء تک .... متحدہ پاکستان کے وزیر اعظم رہے۔ (محمد علی بوگرہ ۔ محمد علی ہوتی ۔ محمد علی چودھری)

۵۔ پاکستان کی پہلی خاتون سائنس داں نسیمہ ترمذی، اردو مشہور کے ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد کی .... ہیں۔ (بھانجی ۔ نواسی ۔ پڑپوتی)

۶۔ دنیا کی عظیم اور قدیم ترین اسلامی درس گاہ "جامعہ ازہر" .... میں ہے۔ (عراق ۔ مصر ۔ ایران)

۷۔ "مومل رانو" .... کی مشہور لوک داستان ہے۔ (پنجاب ۔ سندھ ۔ بلوچستان)

۸۔ مولانا محمد علی جوہر نے اپنا اخبار "ہمدرد" ۲۳ فروری .... سے جاری کیا تھا۔ (۱۹۱۰ء ۔ ۱۹۱۳ء ۔ ۱۹۲۸ء)

۹۔ ہمدان .... کا مشہور شہر ہے۔ (عراق ۔ لبنان ۔ ایران)

۱۰۔ عظیم انقلابی رہنما ہوچی منہ (HO-CHI-MINH) کا تعلق .... سے تھا۔ (رومانیہ ۔ ویت نام ۔ زمبابوے)

۱۱۔ آغا شورش کاشمیری نے ہفت روزہ .... جاری کیا تھا۔ (لیل و نہار ۔ الفتح ۔ چٹان)

۱۲۔ "CINNAMON" انگریزی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (جائفل ۔ تیزپات ۔ دارچینی)

۱۳۔ مڈغاسکر کا سکہ .... کہلاتا ہے۔ (ڈالر ۔ فرانک ۔ پاؤنڈ)

۱۴۔ "محمد ابراہیم بیگ" مشہور شاعر .... کا اصل نام ہے۔ (خاطر غزنوی ۔ بہزاد لکھنوی ۔ فانی بدایونی)

۱۵۔ اردو زبان کی ایک ضرب المثل یہ ہے: "چشم ما روشن، دل ما ...." (شاد ۔ ناشاد ۔ نوشاد)

۱۶۔ میر تقی میر کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

میرؔ بندوں سے کام کب نکلا
مانگنا ہے جو کچھ، .... سے مانگ
(رب ۔ خدا ۔ اللہ)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۵۷ (مئی ۲۰۱۷ء)

نام :

پتا :

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- مئی ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (مئی ۲۰۱۷ء)

عنوان :

نام :

پتا :

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ - مئی ۲۰۱۷ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے فلاحی کاموں کا ایک حصہ ہے۔ ہر مہینے پورے پاکستان میں ہزاروں مریضوں کا فری چیک اپ کر کے فری دوائیاں دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں کراچی، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، حیدرآباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریضوں کا علاج کرتی ہیں۔

کراچی کے لیے چھے گاڑیاں درجِ ذیل علاقوں میں خدمت پر مامور ہیں:

غازی آباد، گلشن بہار، اورنگی نمبر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نیوکراچی سیکٹر D-11، سیکٹر F-11، نئی آبادی، یوسف گوٹھ، لیاری ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نمبر 2، کورنگی سوکوارٹرز، کورنگی نمبر 4، ونگی گوٹھ، محمود آباد، عمر گوٹھ، ایوب گوٹھ، مدرسہ انوار الایمان، سلطان آباد، مدرسہ منبع العلوم، وھیل کالونی، اکبر گراؤنڈ، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 3، شفیع محلّہ (لال مسجد)، نور شاہ محلّہ، مواچھ گوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 7، مشرف کالونی بلاک سی، ایف، ای اور اے روڈ، لیاقت آباد پیلی کوٹھی، کوثر نیازی کالونی، مجید کالونی اور ملیر۔

جانوروں کی عمریں

محمد حسنات حمید

کیا آپ کو معلوم ہے، کیڑے مکوڑوں کی دو عمریں ہوتی ہیں۔ بھلا وہ کیسے؟

وہ اس طرح کہ کیڑے مکوڑے پہلے لاروہ کی شکل میں ہوتے ہیں۔ بعد میں یہ مکھی، تتلی، مچھر، اُڑنے والی ٹڈیوں اور ٹڈے وغیرہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ لاروے کی زندگی بہت لمبی ہوتی ہے۔ جب کہ مکھی، مچھر اور دوسرے ایسے کیڑے مکوڑے دو چار دن بعد مر جاتے ہیں۔ لاروے کسی بھی جوہڑ میں دو تین سال کے لمبے عرصے تک زندہ رہتے ہیں، لیکن جب وہ کیڑے مکوڑے کی شکل اختیار کرلیں تو چند دن زندہ رہ کر مر جاتے ہیں۔

امریکا کے ایک ماہر نے دعوا کیا تھا کہ اس نے اپنی تجربہ گاہ میں دیکھا کہ ایک لاروہ سترہ سال تک زندہ رہا اور جب وہ کیڑے مکوڑے کی شکل میں آیا تو ایک دن بعد مر گیا۔

مچھلیاں کافی عمر پاتی ہیں۔ ان میں سے کارب، ہائیک، کیٹ، فشل اور شارک جیسی مچھلیاں سو سال تک بھی زندہ رہتی ہیں۔ سب سے بڑا سمندری جانور نیلی وھیل ہے، جس کی عمر تقریباً پانچ سو سال (پانچ صدیاں) ہوتی ہے۔

مختلف پرندوں کی عمریں مختلف ہوتی ہیں۔ ہنس کی عمر تیس سال کے قریب ہوتی ہے۔ پرندوں میں چمگادڑ، بلبل کی اوسط عمر ۱۵ سے ۲۰ سال، جب کہ کوا ایک سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ بڑی مکڑی کی عمر پچیس سال تک ہوتی ہے، جب کہ چھوٹی مکڑی صرف ایک سال تک زندہ رہتی ہے۔

بکری، بھیڑ، بھینس، گائے، ہرن اور گھوڑا دس سے پندرہ سال کی عمر پاتے ہیں۔

لومڑی اور گلہری کی اوسط عمر ۸ سے ۱۰ سال ہوتی ہے۔

بطخ، مرغ اور کبوتر دس سے چودہ سال، جب کہ مور تقریباً چوبیس سال تک زندہ رہتا ہے۔

جنگلی جانوروں میں ہاتھی کی عمر سو سال، ریچھ پچاس سال، شیر ستر سال، جب کہ مگر مچھ ڈھائی سو سال تک زندہ رہتا ہے۔

زرافہ، چمپانزی، دریائی گھوڑے پچیس سال سے تیس سال عمر پاتے ہیں۔

کچھوا ایک سو بیس سال، جب کہ سانپ عام طور پر صرف دس سال تک زندہ رہتے ہیں۔

کتے کی طبعی عمر اٹھارہ سال، جب کہ بلی کی عمر پندرہ سال ہوتی ہے۔

رینڈر کے متعلق عجیب بات مشہور ہے کہ ہر سال اس کے سینگوں پر ایک شاخ نمودار ہوتی ہے۔ جتنے سال اس کی عمر ہوتی ہے، اس کے سینگوں پر اتنی ہی شاخیں ہوتی ہیں۔ لندن کے ایک عجائب گھر میں ایسے رینڈر کے سینگوں کا جوڑا نمائش کے لیے رکھا ہوا ہے جس کے سینگوں کی چھیاسٹھ شاخیں ہیں۔

یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ چڑیا گھروں میں پنجروں میں بند رہنے والے جنگلی جانوروں کی عمریں جنگل میں رہنے والوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ واقعی عجیب بات ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

بات یہ ہے کہ جنگل میں انھیں بارش، طوفان، سردی اور گرمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چڑیا گھر میں وہ ان خطرات سے آزاد ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس چڑیا گھروں یا سرکس میں سدھائے ہوئے ہاتھی چڑیا گھر اور سرکس میں رہنے کی بجائے جنگل میں رہنے کی وجہ سے دگنی عمر پاتے ہیں۔ اس طرح چڑیا گھروں میں رہنے والے سبھی جانوروں کے متعلق ایک سی مثال قائم نہیں کی جا سکتی۔ ☆
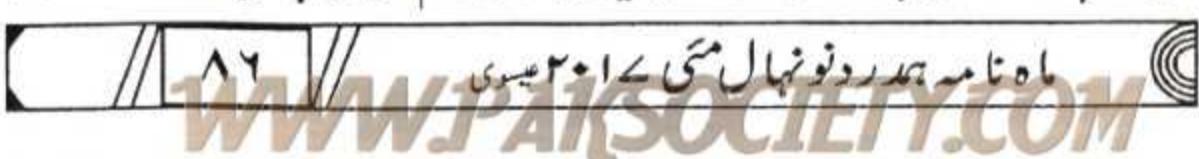
راجھستانی لاپسی

مرسلہ : نجمہ فرید احمد، حیدر آباد

دلیا : آدھا کلو
گڑ : ڈیڑھ پاؤ
الائچی : چند دانے
کھویا : ایک پاؤ
گھی : آدھا پاؤ

ترکیب: ایک پتیلے میں گھی ڈال کر دلیا براؤن ہونے تک فرائی کریں۔ پھر اس میں دلیے سے تین گنا زیادہ پانی ڈال دیں۔ گڑ الگ پگھلا لیں۔ پھر دلیے میں گڑ، کھویا اور الائچی ڈال دیں۔ پانی خشک ہونے دیں اور آدھا گھنٹا دم دے دیں۔ مزے دار لاپسی تیار ہے۔

لذیذ میکرونی

مرسلہ : لائبہ فاطمہ محمد شاہد، میر پور خاص

میکرونی : ایک پیکٹ
چکن (بغیر ہڈی کا) : آدھا پاؤ
انڈا : ایک عدد
گھی : تین چائے کے چمچے
ٹماٹر : ایک عدد چھوٹا
پیاز : ایک عدد چھوٹی
شملہ مرچ : ایک عدد
ادرک، لہسن کا پیسٹ : ایک کھانے کا چمچہ
مایونیز : تین چائے کے چمچے
ٹماٹو کیچپ : تین کھانے کے چمچے
نمک، پسی لال مرچ : حسب ذائقہ

ترکیب: سب سے پہلے میکرونی، انڈا اور چکن الگ الگ اُبال لیں۔ پھر ایک فرائی پین میں گھی گرم کر کے اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ ڈال دیں، پھر چکن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ڈال دیں۔ تھوڑی دیر بعد ٹماٹر، پیاز، شملہ مرچ اور میکرونی ڈال دیں۔ تھوڑی دیر پکانے کے بعد چولھے پر سے اُتار لیں۔ اب اس میں باریک کٹے انڈے، مایونیز اور کیچپ شامل کریں۔ مزے دار میکرونی تیار ہے۔ ☆

ہمدرد نونہال اسمبلی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... رپورٹ : حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی ڈائریکٹر جنرل ہمدرد یونی ورسٹی اسلام آباد کیمپس، جناب محترم ڈاکٹر اظہر حسین تھے۔ رکنِ شوریٰ ہمدرد محترم نعیم اکرم قریشی بھی شریک تھے۔ اجلاس کا موضوع قولِ سعید تھا:
''سائنس پڑھو۔ آگے بڑھو''

اسمبلی اسپیکر عائشہ اسلم تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید نونہال شہیرہ آصف نے، حمدِ باری تعالیٰ نونہال محمد علی نے، نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نونہال زین خان نے پیش کی۔

نونہال مقررین میں شعیب خان، شفا سرفراز، حانیہ بنتِ عامر اور مروہ آفتاب شامل تھیں۔ نونہال مقررین نے شہید حکیم محمد سعید کے قول ''سائنس پڑھو۔ آگے بڑھو'' کو وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت و افادیت کو اُجاگر کیا اور سائنسی تحقیق کے شعبے میں فروغ کے لیے کئی قابلِ عمل تجاویز بھی پیش کیں۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے پیغام میں کہا کہ حصولِ علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور یہ کہ علم مسلمان کی کھوئی ہوئی میراث ہے۔ یہ جہاں سے ملے اور جس سے ملے، حاصل کرلو۔ دورِ جدید میں سر اُٹھا کر جینے کے لیے ان روشن ہدایتوں کو مان لینے سے آخر ہمیں کس نے روکا ہے۔

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں محترم اظہر حسین، محترم نعیم قریشی، محترم حیات محمد بھٹی اور نونہال مقررین۔

آج کا دور ایک عالمِ عجائبات ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر ایک نئی ایجاد ہماری زبان گُنگ اور دل و دماغ کو ورطۂ حیرت میں ڈال رہی ہے۔ ذرا سوچیے اور وجوہات پر غور کیجیے کہ کیا ان میں سے ایک ایجاد کا تعلق بھی موجودہ مسلم دنیا سے ہے؟

ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں نظر آنے والے بیشتر سائنسی کارنامے مسلمانوں کے بنیادی تحقیقی کاموں کی جدید شکل ہیں۔ ماضی پر فخر سے قومیں صرف اُسی وقت آگے بڑھتی ہیں، جب غور و فکر اور جستجو کا تسلسل برقرار رہے۔ دینی اور عصری علوم کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت کو سمجھنے میں ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے اور اقوامِ عالم کے درمیان باوقار طریقے سے موجود رہنے کا راستہ بھی یہی ہے۔

محترم ڈاکٹر اظہر حسین نے کہا کہ سائنس کی تاریخ طویل بھی ہے اور قدیم بھی۔ سائنس کی شمع مشرقِ وسطیٰ میں روشن ہوئی۔ یورپ نے سائنس کی یہ مشعل مسلمانوں سے لی اور مغربی دنیا کو منور کر دیا۔ مسلمانوں نے علوم و فنون میں جو کارہائے نمایاں سر انجام دیے ہیں، وہ کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں اور جدید سائنس مسلمانوں کے ہی دریافت اور وضع کردہ اُصولوں پر مبنی ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں کے علم سے دل چسپی اور تحقیق و تجربے سے ان کے گہرے شغف سے سبق

حاصل کرنا چاہیے اور سائنس کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ ہم یہ ثابت کرسکیں کہ ہم ہی اپنے بزرگوں کی میراث کے حقیقی وارث ہیں۔

اس موقع پر طلبہ و طالبات نے خوب صورت ملی نغمے، ایک پُر اثر خاکہ اور رنگا رنگ ٹیبلو پیش کیا۔ آخر میں تقسیمِ انعامات کے بعد دعاے سعید پیش کی گئی۔

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

اردو سائنس بورڈ میں ''سائنس پڑھو- آگے بڑھو'' کے موضوع پر ہمدرد نونہال اسمبلی کا خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ ڈائریکٹر جنرل اردو سائنس بورڈ ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے اجلاس کی صدارت کی۔ لاہور کے مختلف تعلیمی اداروں کے نوجوان مقررین شریک تھے۔ نونہال فصیح ندیم نے تلاوتِ قرآن مجید اور نونہال نقیب الرحمٰن نے نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی۔

ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے بچوں کو بورڈ کا دورہ کرایا۔ انھوں نے کہا کہ علم حاصل کرنا ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی اور اس کی اردو زبان میں تعلیم دیے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ اپنی مادری اور قومی زبان میں تعلیم کو بچے کا بنیادی حق تسلیم کرنا چاہیے۔ انھوں نے نونہالوں سے کہا کہ وہ کتب بینی کا شوق پیدا کریں۔ اردو سائنس بورڈ نے قومی زبان میں دل چسپ سائنسی کتاب شائع کی ہیں۔ کئی نئے سائنسی موضوعات پر کتابیں تیار کی جارہی ہیں۔ زبان علم کے حصول کے لیے بنیادی چیز ہے۔ زبان اور علم آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ اگر چیزیں ذہن نشین نہ ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ انسان نے کچھ نہیں جانا۔ رٹا اور علم میں فرق سمجھیں۔ ہر نونہال کو اس کی اپنی زبان میں تعلیم دی جانی چاہیے۔ علم کا تعلق اپنی زبان سے جڑا ہوتا ہے۔ اب تک انگریزی زبان کے ذریعے سے

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر ناصر عباس نیر اور محترم سید علی بخاری انعام یافتہ نونہالوں کے ساتھ

بچوں کو حقیقی تعلیم سے دور رکھا گیا ہے۔ انھوں نے نونہالوں کے سوالوں کے جوابات دیے اور انھیں بورڈ کے مقاصد، خدمات، کارناموں اور سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلی طور پر بتایا اور کہا کہ شہید حکیم محمد سعید کی قومی، طبی، فلاحی اور تعلیمی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر ہمدرد فاؤنڈیشن سید علی بخاری نے بتایا کہ ہمدرد نونہال اسمبلی ایسا پلیٹ فارم ہے، جو نونہالوں کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیتا ہے۔ ہمدرد نونہال اسمبلی کے ذریعے سے سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں کے طلبہ میں تقریر، مباحثوں اور مذاکروں کی صورت میں ان کی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا جا رہا ہے۔ ملک بھر میں شہید حکیم محمد سعید تعلیمی اسکالر شپ ضرورت مند طلبہ کو میرٹ کی بنیاد پر دیے جاتے ہیں۔ موبائل ڈسپنسریاں بھی ملک میں کام کر رہی ہیں۔ اس اجلاس میں ڈائریکٹر اردو سائنس بورڈ عبداللہ جان اور ادارے کے عملے نے بھی شرکت کی۔

☆☆☆
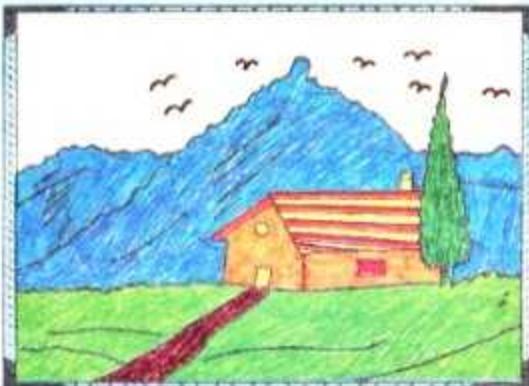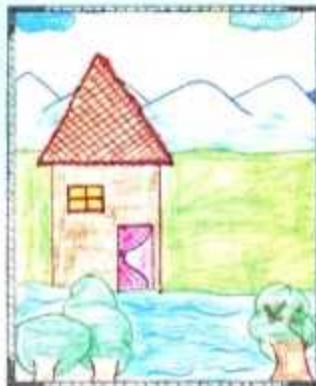
نونہال
مصور
محمد مناص خان، چمن
فائزہ کامل، محمود آباد
توقیر، میرپور خاص
محمد سعد جمیل ہاشمی، راولپنڈی
مطیب مختار، کراچی
ناعمہ ذوالفقار، کراچی
کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری
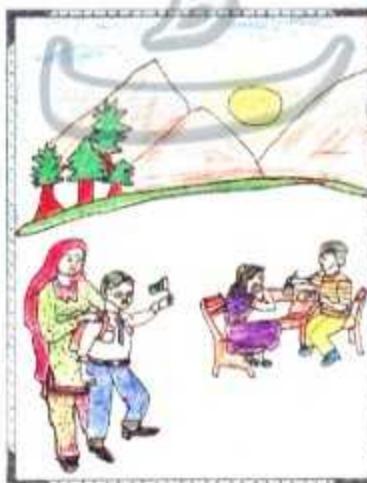
وقار حسین، ناظم آباد

عثمان وسیم، سکھر

سید محمد حمزہ انعام، اورنگی ٹاؤن

محمد ولد سلیم میمن، حیدر آباد

فاطمہ جمیل، کراچی

وردہ خالد، پشاور

فیصل علی، نارتھ کراچی

محمد احمد غزنوی، تیمر گرہ

محمد ابراہیم، جلھن
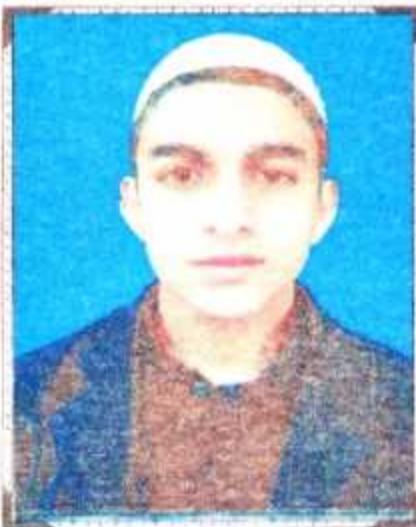
انس شاہد، ہری پور

خنساء شاہد، ہری پور

عبداللہ محمود، حضرو

محمد عمر دراز، لودھراں

فاطمہ الزہرا، اسلام آباد

حفصہ جہاں حفیظ الرحمٰن، شاہ فیصل کالونی
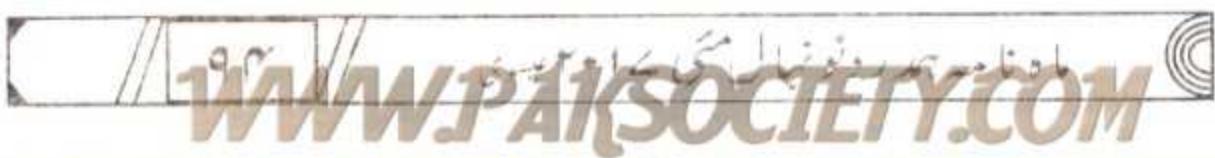
مالِ مفت

جاوید اقبال
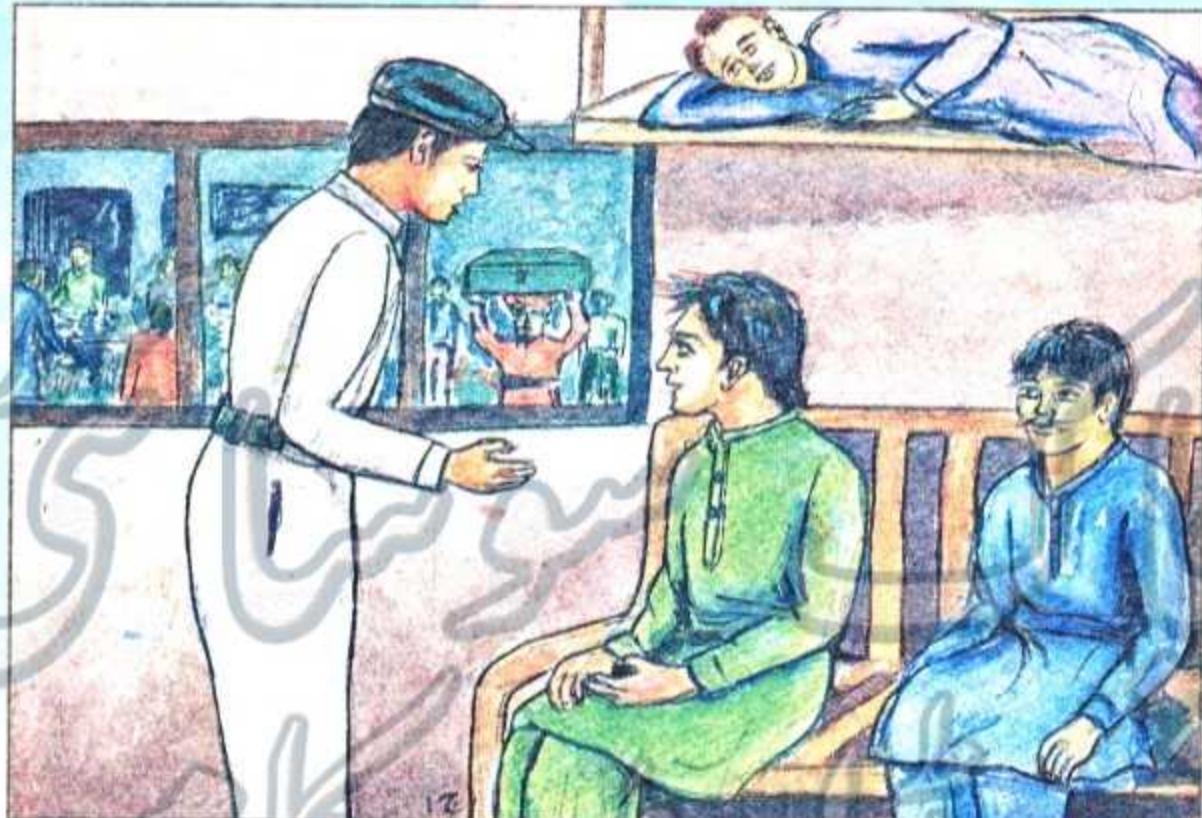
ایک دن دوستوں کا بیٹھے بیٹھے گاؤں جانے کا پروگرام بن گیا۔ ہم اپنے مختصر سامان کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ وہاں ہمارے دوست سہراب بابو نے سب دوستوں سے ٹکٹوں کے پیسے لے لیے اور کہا: ''تم لوگ یہیں ٹھیرو۔ میں ٹکٹیں لے آتا ہوں۔'' یہ کہہ کر سہراب بابو ٹکٹوں والی کھڑکی کے باہر لگی قطار میں جا کھڑے ہوئے۔

ریلوے پلیٹ فارم پر بڑی گہما گہمی تھی۔ مسافر تیزی سے ادھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ سرخ وردی پہنے قلی سروں پر سامان اُٹھائے چلے جا رہے تھے۔ کچھ لوگ چائے، پان

کے کھوکھوں پہ کھڑے تھے۔ کچھ کتابوں کے اسٹال پر کتابیں رسالے دیکھ رہے تھے۔ ہم نے بھی وہاں سے کچھ کتابیں خرید لیں، تاکہ سفر میں پڑھتے ہوئے جائیں گے۔ اتنے میں ہماری ریل گاڑی آ گئی۔ گاڑی دیکھتے ہی مسافروں میں ہل چل سی مچ گئی۔ لوگ تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھے۔ اندر والے مسافر نیچے اُترنے لگے۔ ہم بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئے اور اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔

کچھ ہی دیر میں بوگی میں بیٹھے مسافروں میں جان پہچان کا ماحول بن گیا اور لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ چار پانچ اسٹیشن گزرتے تھے کہ سفید وردی پہنے ٹکٹ چیکر ڈبے میں داخل ہوا۔ سہراب بابو اپنی سیٹ سے اُٹھے اور کہا: ''میں ذرا باتھ روم جا رہا ہوں۔ ٹکٹ چیکر ٹکٹوں کا پوچھے تو کہہ دینا، دوست کے پاس ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ ریل گاڑی کے بیت الخلا میں گھس گئے۔

ٹکٹ چیکر بابو دوسرے مسافروں کی ٹکٹیں دیکھتا ہوا ہمارے پاس آ گیا اور ٹکٹوں کا پوچھا۔

ہم نے کہا: ''دوست کے پاس ہیں۔''

ٹکٹ چیکر وہیں ہمارے پاس کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگا۔ جب کافی دیر ہو گئی اور سہراب بابو باہر نہ نکلے تو وہ بولا: ''میں اگلے کسی اسٹیشن پر تمھاری ٹکٹیں چیک کروں گا۔'' اور اگلے ڈبے کی طرف بڑھ گیا۔

ٹکٹ چیکر کے جانے کے بعد سہراب بابو باتھ روم سے نکل آئے۔ ہم باتوں میں مصروف ہو گئے۔ سارے راستے سہراب بابو اپنے بزرگوں کی بہادری اور سخاوت کے

قصے سناتے رہے۔ یونہی وقت گزر گیا اور ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ گاڑی سے اُترے تو سہراب بابو بولے: ''تم لوگ یہیں ٹھیرو۔ میں ابھی آیا۔'' اور ریلوے اسٹیشن کی ایک طرف بڑھ گئے۔

کچھ دیر بعد سہراب بابو واپس آئے تو ہم باہر کے رستے کی طرف بڑھے۔ گیٹ پر وہی ٹکٹ چیکر باہر جانے والے مسافروں کی ٹکٹیں دیکھ رہا تھا، جو گاڑی کے ڈبے میں مسافروں کی ٹکٹیں چیک کرنے آیا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ چوکنا ہو گیا۔ اچانک سہراب بابو بازو پھیلائے تیزی سے ٹکٹ چیکر کی طرف بڑھے اور ''ارے مشتاق بھائی! کیسے ہو؟ گھر میں سب خیریت ہے۔'' کہتے ٹکٹ چیکر سے گلے مل گئے اور ہمیں اشارہ کیا کہ نکل جاؤ۔ ہم گیٹ سے باہر آ گئے۔

ریلوے اسٹیشن کے سامنے ہوٹل پر سیخ کباب بن رہے تھے۔ قریب ہی تندور سے گرم گرم نان نکل رہے تھے۔ کبابوں کی مسحور کن خوش بو سے ہماری بھوک چمک اُٹھی۔ ایک دوست بولے: ''کیوں نہ آج سہراب بابو کی خاندانی سخاوت کو آزمایا جائے؟''

چناں چہ جیسے ہی سہراب بابو گیٹ سے باہر نکلے، ہم نے انھیں گھیر لیا اور کہا: ''سہراب بابو! سخت بھوک لگی ہے، کباب بڑے مزے کے لگ رہے ہیں۔''

سہراب بابو بولے: ''آؤ بھئی آؤ، جی بھر کے کھاؤ۔ تم بھی کیا یاد کرو گے، کسی رئیس سے پالا پڑا ہے۔''

ہم ہوٹل کی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر میں ہوٹل کے ملازم نے گرم گرم نان اور کباب ہمارے سامنے میز پر لگا دیے۔ ہم کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ کباب اتنے

مزے دار تھے کہ کھاتے کھاتے ہمارے پیٹ بھر گئے، مگر ہمارے ہاتھ نہ رکے۔ ہم نان کباب کھا رہے تھے اور کن اکھیوں سے سہراب بابو کو دیکھ رہے تھے۔

سہراب بابو بولے: ''میاں جھجکتے کیوں ہو، کھُل کے کھاؤ، تمھارا ہی مال ہے۔''

''کیا؟'' ہم چونکے۔

''ہاں بھئی، تمھاری ہی ٹکٹوں کے پیسے ہیں، جنھیں تم مالِ مفت سمجھ کر اُڑا رہے ہو۔'' سہراب بابو نے کہا۔

''تو کیا آپ نے ٹکٹیں نہیں لی تھیں؟'' ہم نے پوچھا۔

''نہیں۔'' سہراب بابو اطمینان سے بولے۔

''تو پھر ٹکٹ چیکر نے جناب کو باہر کیسے آنے دیا، کیا وہ آپ کا رشتے دار ہے؟'' ہم نے حیرت سے پوچھا۔

''تم لوگوں کو وہاں چھوڑ کر میں سیدھا اسٹیشن ماسٹر کے دفتر چلا گیا تھا۔ وہاں سے اس ٹکٹ چیکر کا نام اور گاؤں کا پتا معلوم کر لیا۔ پھر جب اسے اس کے نام سے پکارا تو وہ بھی سمجھا کہ اس کا کوئی دور کا رشتے دار ہوں، اسے اسی مغالطے میں چھوڑ کر میں باہر نکل آیا۔''

''لیکن ہم نے واپس بھی جانا ہے، کہیں واپس پر دھر نہ لیے جائیں۔'' ایک دوست نے خدشہ ظاہر کیا۔

''ہم واپس بس میں جائیں گے۔ ریل گاڑی کا سفر ہمارے شایانِ شان نہیں۔'' سہراب بابو نے کہا اور گاؤں جانے والے تانگا اڈے کی طرف چل پڑے۔ ☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

عروج فاطمہ، کھاریاں
عدن رشید، ہری پور
سلمان یوسف سمیجہ، علی پور
ارسلان اللہ خان، حیدرآباد
محمد ارسلان رضا، کہروڑ پکا
ماریہ بشیر، کراچی
غزالہ سلیم، کراچی
عدینہ نصیر، ملتان

حی علی الفلاح

عروج فاطمہ، کھاریاں

عصر کی اذان سنتے ہی اختر علی نے اسکول کی کتابیں سمیٹیں اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ وضو کرنے کے بعد وہ اپنے والد کے کمرے کے پاس سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ اس کے والد ٹیپ رکارڈر پر گانا سن رہے تھے۔ وہ نماز کے پابند نہیں تھے۔ وہ کمرے کے اندر چلا گیا۔

''ابو جان!'' اس کی آواز پر اس کے والد نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ انھوں نے ناگواری سے کہا: ''کیا ہے؟ گانے کا مزہ کرکرا کر دیا۔''

اختر علی ادب سے بولا: ''ابو جان! ٹیپ رکارڈ بند کر دیں۔''

وہ تیوری پر بل ڈال کر بولے: ''کیوں بھئی! کیا ہو گیا؟''

اس نے بدستور ادب سے کہا: ''ابو جان! اذانیں ہو رہی ہیں، ہمیں اذان کا احترام کرنا چاہیے، بلکہ......'' وہ جھجک کر خاموش ہو گیا۔

''بلکہ کیا؟'' ان کا لہجہ بہت ناگوار تھا۔

''بلکہ ہو سکے تو آیئے، نماز پڑھنے چلیں۔'' اس نے حوصلہ کر کے کہہ ہی دیا۔

''شرم نہیں آتی باپ کو شرمندہ کرتے ہوئے......'' انھوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ادھر اذان کی آواز ان کے دل میں اُتر گئی تھی۔ مؤذن پکار رہا تھا: ''حی علی الفلاح'' (آؤ فلاح کی طرف) انھوں نے جلدی سے

ٹیپ بند کیا اور چپل پہننے لگے۔

پھر ان کی نظریں اپنے سامنے کھڑے سعادت مند بیٹے پر جم گئیں، جو سر جھکائے ان کی ڈانٹ کا منتظر تھا۔ ایک دم جیسے ان کے اندر کی کیفیت بدل گئی۔ ندامت کے آنسو پلکوں پر اُمڈ آئے۔ انھوں نے ہاتھ بڑھایا اور کھینچ کر بیٹے کو سینے سے لگایا: ''آؤ بیٹے! نماز پڑھنے مسجد چلیں۔'' انھوں نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ بیٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھے، مسجد کی طرف چل پڑے۔

حساب بے باق

عدن رشید، ہری پور

ایک شخص اکثر کسی بوڑھی عورت سے سنگترے خریدا کرتا تھا، وزن کے مطابق قیمت ادا کر کے وہ ایک سنگترے کو چھیلتا اور ایک پھانک اپنے منھ میں ڈال کر شکایت کرتا: ''یہ تو کھٹے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ پورا سنگترہ اس بوڑھی عورت کے حوالے کر دیتا۔

بوڑھی عورت ایک دانہ چکھ کر کہتیں: ''یہ تو بالکل میٹھا ہے۔'' مگر تب تک وہ خریدار اپنا تھیلا لے کر وہاں سے جا چکا ہوتا۔ اس شخص کی بیوی بھی اس کے ساتھ ہوتی تھی۔

ایک دن بیوی نے پوچھا: ''جب اس کے سنگترے ہمیشہ میٹھے ہی نکلتے ہیں تو یہ روز کا ڈراما کیسا؟''

اس شخص نے مسکرا کے جواب دیا: ''وہ بوڑھی ماں میٹھے سنگترے ہی بیچتی ہیں، مگر غربت کی وجہ سے وہ خود اس کو کھانے سے محروم رہتی ہیں۔ اس ترکیب سے میں ان کو ایک سنگترہ بلا کسی قیمت کھلانے میں کام یاب ہو جاتا ہوں۔ بس اتنی سی بات ہے۔''

اس بوڑھی عورت کے سامنے ایک سبزی فروش عورت روزانہ یہ تماشا دیکھتی تھی۔ ایک دن پوچھ بیٹھی: ''یہ آدمی روزانہ تمھارے سنگترے میں نقص نکال دیتا ہے اور میں دیکھتی ہوں کہ تم ہمیشہ ایک سنگترہ وزن سے زیادہ دیتی

ہو......کیا وجہ ہے؟''

یہ سن کر بوڑھی عورت کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی اور بولی: ''میں جانتی ہوں کہ وہ مجھے ایک سنگترہ کھلانے کے لیے ایسا کرتا ہے اور وہ یہ سوچ بیٹھا ہے کہ میں اس سے بیگانہ ہوں، میں کبھی زیادہ وزن نہیں کرتی۔ یہ تو اس کی محبت ہے۔ جس کا اظہار وہ اپنے انداز سے کرتا ہے اور میں اس کی محبت کا جواب دے کر حساب بے باق کر دیتی ہوں۔''

کینگرو سے انٹرویو

سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

ہم چڑیا گھر کی سیر کرنے گئے، وہاں پر ہم نے بہت سے جانوروں کو دیکھا، لیکن ایک بہت منفرد جانور بھی دیکھا۔ ہم بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسا عجیب جانور ہے، پھر پتا چلا کہ یہ کینگرو (KANGAROO) ہے۔ ہم نے سوچا کہ کیوں نہ اس عجیب جانور کا انٹرویو لیا جائے۔ پھر کیا! ہم نے ڈائری اور قلم جیب سے نکالا اور کینگرو کے قریب جا کر بولے: ''جب ہم نے آپ کو دیکھا تو ہم حیران ہوئے؟''

کینگرو: ''اللہ نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہے۔''

ہم: ''آپ کا نام کیا ہے؟''

کینگرو: ''عام طور پر مجھے کینگرو کہتے ہیں، مگر میرا سائنسی نام میکروپس (MACROPUS) ہے۔''

ہم: ''آپ کس ملک کے قومی جانور ہیں؟''

کینگرو: ''میں آسٹریلیا کا قومی جانور ہوں۔''

ہم: ''دنیا کا بڑا کینگرو کون سا ہے؟''

کینگرو: ''دنیا کا بڑا کینگرو جانور ''میکروپس رفس'' (MACROPUS RUFUS) سرخ رنگ کا ہے۔''

ہم: ''اور آپ کے پیٹ پر موجود تھیلی کا کیا کام ہے؟''

کینگرو: ''اس تھیلی میں میرا بچہ محفوظ رہتا ہے اور دودھ بھی پیتا ہے۔''

ہم: ''ہم نے کتاب میں پڑھا ہے کہ آپ کو آسٹریلیا کے لوگ شوق سے کھاتے ہیں، کوئی وجہ بتا سکتے ہیں آپ؟''

کینگرو: ''آپ نے درست پڑھا، آسٹریلین مجھے شوق سے کھاتے ہیں، اس کی وجہ ہے کہ میں پروٹین سے بھرپور ہوتا ہوں۔''

ہم: ''مہربانی ہوگی، اگر نونہالوں کو کوئی پیغام بھی دے دیں۔''

کینگرو: ''میں پیارے پیارے نونہالوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ وہ خوب پڑھیں، آگے بڑھیں، کامیابیوں کی سیڑھیاں چڑھیں اور اپنے دیس کا نام روشن کریں اور ہاں، جانوروں کو ہرگز تنگ نہ کریں، نہ جانوروں پر ظلم کریں، کیوں کہ ہم جانور بھی جان دار ہوتے ہیں۔ ہمیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔''

ہم: ''آپ نے میرے ہر سوال کا جواب دیا، شکریہ!''

کینگرو: ''کوئی بات نہیں۔'' یہ کہہ کر کینگرو پھدک پھدک کر دوسری جگہ چلا گیا اور ہم اپنے گھر چلے گئے۔

چوکیدار

شاعر: ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

رات کو آ کر چوکیدار
سب کو کرتا ہے ہوشیار
سیٹی خوب بجاتا ہے
چوروں کو دہلاتا ہے
کرتا ہے یہ ایسا کام
جس میں نہیں ہے کچھ آرام
خطرے میں ہے اس کی جان
رکھے یہ سب کا دھیان
کرتا ہے ہر اک کی حفاظت
یوں دیتا ہے سب کو راحت
یہ کرتا ہے سب کی خدمت
اللہ رکھے اس سلامت

ایمان داری کا انعام

محمد ارسلان رضا، کہروڑ پکا

احمد انتہائی غریب والدین کا بیٹا تھا۔ دل لگا کر پڑھتا اور اچھے نمبروں سے پاس ہوتا
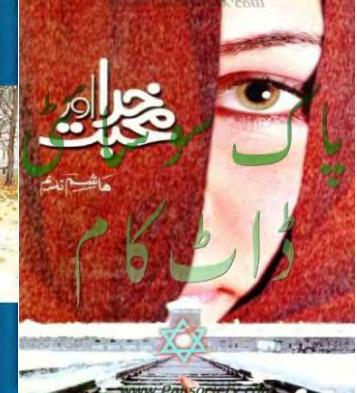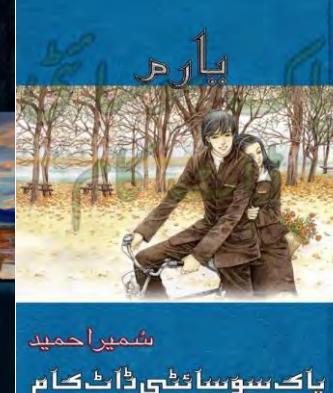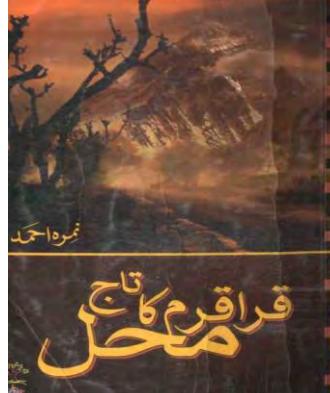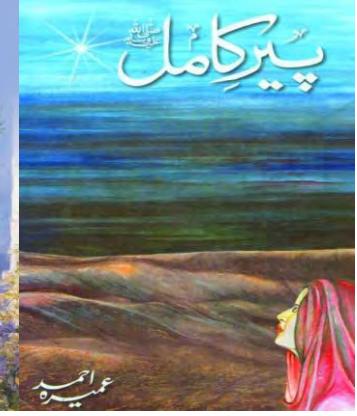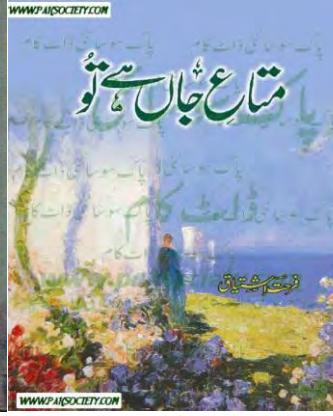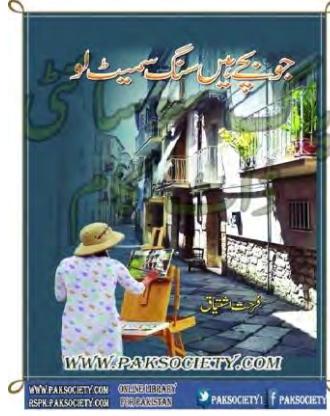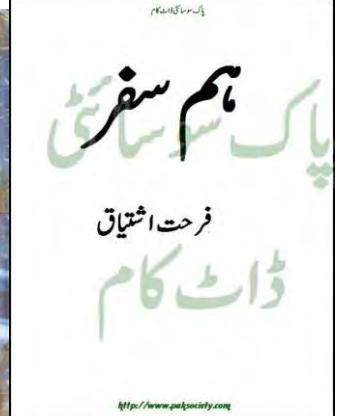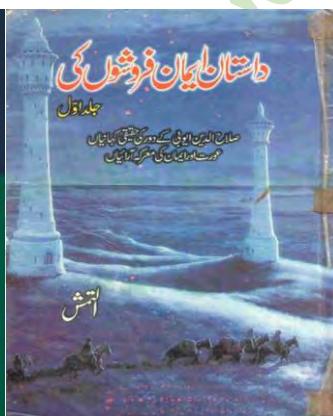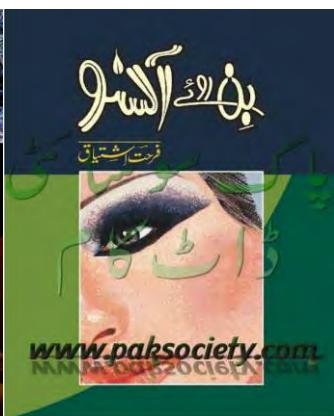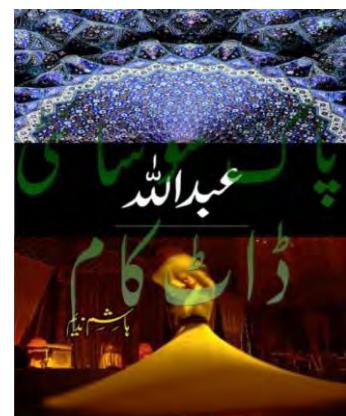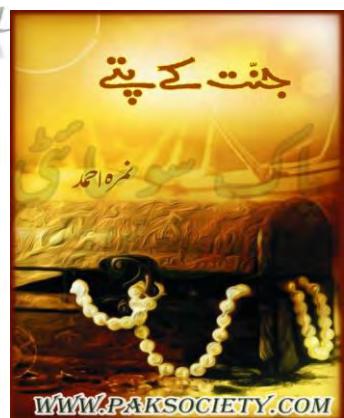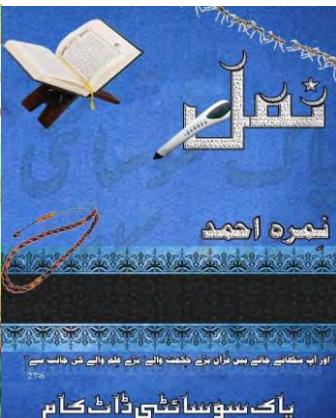
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

تھا۔ وہ میٹرک کر چکا تھا۔ داخلے کی آخری تاریخ کا اعلان ہو چکا تھا، لیکن احمد کے پاس داخلے کے لیے پیسے نہیں تھے۔ احمد کے ذہن میں بار بار یہی سوال آ رہا تھا کہ وہ داخلے کے لیے رقم کہاں سے لائے۔ اسے اپنے دوستوں کا خیال آیا، لیکن کچھ سوچ کر وہ رک گیا کہ نہیں، وہ کسی دوست کے آگے مجبوری کا ہاتھ نہیں پھیلائے گا۔ آج کل کے دوست ضرورت کے وقت کب کسی کے کام آتے ہیں۔

تبھی اس کے کانوں میں اذان کی آواز سنائی دی۔ اذان سنتے ہی اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ اللہ سے مدد مانگے۔ اللہ کے گھر میں قدم رکھتے ہوئے اسے اطمینان ہو گیا۔

اب احمد وضو کر کے بیٹھ گیا۔ جب وہ وضو کر کے چند قدم آگے بڑھا تو اس کی نظر ایک انتہائی قیمتی سنہری گھڑی پر پڑی۔ شیطان نے اس کے ذہن میں لالچ پیدا کر دیا، لیکن اس کے ضمیر نے اسے جھنجوڑا اور کہا: ''نہیں احمد! ہر چیز یہاں اللہ کی امانت ہے۔ اس کو مت اُٹھانا۔ یہ چوری ہے۔''

نماز کے بعد احمد نے گھڑی امام صاحب کو دے دی۔ امام صاحب نے نماز کے بعد اعلان کر دیا اور گھڑی اپنے مالک تک پہنچ گئی۔

پھر امام صاحب احمد کو مسجد کے صدر صاحب کے پاس لے گئے، انھوں نے احمد سے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو؟ تو احمد نے جواب دیا کہ میں نے میٹرک کا امتحان دیا ہے۔ اب فرسٹ ایئر میں داخلہ لینا ہے۔ پھر اپنی مجبوری بھی بیان کر دی۔

صدر صاحب نے کہا: ''بیٹا! مجھے خوشی ہے کہ بد دیانتی کے اس دور میں تم نے ایمان داری سے کام لیا۔ اس لیے میں تمھیں انعام دوں گا۔''

احمد نے کہا: ''نہیں جناب! میں نے نیکی انعام کی غرض سے نہیں کی ہے۔''

''نہیں بیٹا!'' صدر صاحب نے کہا:

''مجھے تمھارا جواب سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اب میں تمھارے لیے اتنا کرسکتا ہوں کہ تمھیں فرسٹ ایئر میں داخلہ دلواؤں گا اور تمھاری پڑھائی کے تمام اخراجات بھی پورے کروں گا۔''

احمد یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ہرن کی لاپرواہی

ماریہ بشیر، کراچی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ استاد ہمیں کلاس میں کوئی اہم بات سمجھا رہے تھے۔ وہ اہم بات یہ تھی ''یہ نہ دیکھو، کون بات کر رہا ہے، بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔''

تب ایک طالب علم نے پوچھا: ''سر! اس کا مطلب کیا ہے؟''

جواب میں سر نے ہمیں ایک کہانی سنائی۔ بہت عرصے پہلے کی بات ہے کہ کسی جنگل میں ایک ہرن پانی پینے جا رہا تھا کہ پیچھے سے ایک گدھا ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا ہوا اس کے قریب جا پہنچا اور کہنے لگا: ''سنو ہرن میاں! کہاں جا رہے ہو؟''

ہرن نے کہا: ''ایک تو تم بھی ہر وقت مجھے ٹوکتے ہو۔ پانی پینے جا رہا ہوں۔''

گدھا بولا: ''کیا آپ کو نہیں پتا کہ شیر آج بھوکا ہے اور دریا کے کنارے ہی کسی جانور کا شکار کرنے کے لیے انتظار کر رہا ہے۔''

ہرن نے کہا: ''پتا نہیں کیا کیا کہتے رہتے ہو۔ ابھی تک تو شیر سو رہا ہوگا۔ صبح صبح کون شکار کرنے کے لیے اتنی دُھند اور سردی میں دریا کے کنارے بیٹھے گا۔''

گدھے نے کہا: ''تمھاری بات تو ٹھیک ہے، مگر میں نے سنا ہے کہ شیر کئی دنوں سے بھوکا ہے۔ بس چھوٹے چھوٹے جانوروں کے شکار سے اپنے آپ کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔''

ہرن بولا: ''کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ گدھے کو جتنا سمجھاؤ، گدھے کا گدھا ہی رہتا

ہے۔ اب ہٹ جاؤ میرے راستے سے۔ صبح صبح ہی تمھارا منھ دیکھ لیا۔''

گدھا دیر تک اسے سمجھاتا رہا، مگر ہرن نے جب اس کی ایک نہ سنی تو وہ بھی تنگ آ کر واپس لوٹ گیا۔ ہرن دریا کے قریب پہنچا تو اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ اس نے دل میں کہا گدھا آخر گدھا ہے، یونہی بکتا رہتا ہے۔ ہرن پانی پینے کے لیے جیسے ہی جھکا، اسے پانی کے اندر شیر کا عکس نظر آیا۔ اس سے پہلے کہ وہ پیچھے مڑ کر دیکھتا، شیر نے اسے فوراً گردن سے دبوچ لیا اور جب تک اس کی سانسیں ختم نہیں ہوئیں، اس کی گردن کو دبوچے رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ضروری نہیں جو عقل مند ہے، وہی درست بات کرسکتا ہے اور یہ بھی ضروری نہیں جو بے وقوف ہے، وہ کبھی کوئی درست بات نہیں کرسکتا۔

رحم کا صلہ

غزالہ سلیم، کراچی

پرانے وقتوں کی بات ہے، کسی ملک پر ایک ظالم بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کی رعایا بھی اس سے پریشان تھی۔ ایک دن وہ شکار کے لیے جنگل میں گیا۔ وہاں اسے ہرن کا بہت خوب صورت بچہ نظر آیا۔ بادشاہ نے سوچا، اگر یہ بچہ میرے محل کے باغ میں ہوگا تو باغ کی رونق اور بڑھ جائے گی۔ یہ سوچ کر اس نے ہرن کے بچے کا پیچھا شروع کر دیا۔ بچہ بادشاہ کو دیکھ کر تیزی سے قلانچیں بھرتا بہت آگے نکل گیا۔ بادشاہ مسلسل اس کا پیچھا کرتا رہا۔ جیسے جیسے بچے کو پکڑنے میں دیر ہو رہی تھی، بادشاہ کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ہرن کے بچے کا پیچھا کرتے کرتے بادشاہ جنگل میں بہت دور تک نکل گیا۔ اس کے سپاہی اور ساز و سامان پیچھے رہ گیا۔ بادشاہ بہت تھک گیا تھا۔ پیاس کے مارے حلق میں کانٹے پڑنے لگے تھے۔ بادشاہ نے غصے میں تیر اٹھا کر ہرن کے بچے کو شکار کرنا چاہا تو اس نے دیکھا کہ اس کے پیچھے پیچھے ایک ہرنی بھی بھاگی آ رہی تھی۔ بچہ ماں

کے پاس جا کر رک گیا۔ دنوں تھک گئے تھے اور بادشاہ کو رحم طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ کے دل میں کیا آئی کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور وہ دونوں کو وہیں چھوڑ کر پانی کی تلاش میں آگے بڑھ گیا۔ ہرن اور اس کا بچہ شکر گزاری سے بادشاہ کو جاتا دیکھنے لگے۔

کچھ دور چلنے کے بعد بادشاہ کو ایک جھونپڑی نظر آئی۔ بادشاہ نے جھونپڑی کے دروازے پر جا کر پانی کے لیے آواز لگائی تو اندر سے ایک آدمی پانی لے کر نکلا۔ بادشاہ نے دیکھا یہ تو وہی سپاہی ہے، جو دشمن ملک کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ جب بادشاہ نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا تو وہ راتوں رات غائب ہو گیا تھا۔ بادشاہ نے فوراً اس پر تلوار تان لی۔

سپاہی نے کہا: ''بادشاہ سلامت! آپ تھکے ہوئے اور نڈھال ہیں۔ میں چاہوں تو آسانی سے آپ کو زیر کر سکتا ہوں، لیکن میں غدار نہیں۔ آپ پہلے آرام سے میری بات سن لیں۔''

بادشاہ نے تلوار نیچے کر لی۔

جب بادشاہ تازہ دم ہو گیا تو سپاہی نے کہا: ''بادشاہ سلامت! غدار میں نہیں، وزیر ہے۔ وزیر خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ رعایا بھی آپ کے رویے سے تنگ ہے۔ بہت سارے لوگ وزیر سے ملے ہوئے ہیں۔ اس دن میں نے وزیر اور اس کے ساتھیوں کی باتیں سن لی تھیں، اس لیے وزیر نے مجھ پر غداری کا الزام لگا کر قتل کرنے کی کوشش کی۔ میں نے بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں پناہ لی۔''

بادشاہ نے کہا: ''جب تک وزیر کی سازش کا پردہ فاش نہ ہو جائے، تم یہیں رہو۔ میرے سپاہی مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے، میں چلتا ہوں۔''

بادشاہ نے محل واپس آ کر اپنے وفادار سپاہیوں کو اپنی حفاظت مامور کیا۔ کچھ وفادار غلاموں کو غداروں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کو کہا۔ وزیر حیران تھا کہ شکار سے واپس آنے کے

بعد بادشاہ کے معمولات کچھ بدل سے گئے ہیں۔

ایک رات بادشاہ نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ اس سے کہہ رہے ہیں کہ تم نے ایک جانور پر رحم کیا تو اللہ نے تمھیں کتنی بڑی سازش سے محفوظ رکھا۔ اگر تم خلقِ خدا پر رحم کرو گے اور اچھا سلوک کرو گے تو اللہ بھی تم سے راضی ہوگا اور تم دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا اچھا بدلہ پاؤ گے۔

صبح بادشاہ بالکل بدل چکا تھا۔ اس نے اپنی ساری بُری عادتیں چھوڑ دیں۔ جلد ہی وزیر کی سازش کا پردہ چاک ہوگیا۔ اس نے جنگل سے سپاہی کو بلا کر وزیر بنا دیا اور عدل وانصاف سے ملک پر حکومت کرنے لگا۔ اب عوام بھی اپنے بادشاہ کی وفادار تھی اور اس کی صحت کی دعا کرتی تھی۔

ہمت

عدینہ نصیر، ملتان

ایک مرتبہ کی بات ہے کہ میرے والد صاحب نے ہمیں بتایا کہ ہم پکنک پر جا رہے ہیں۔ ہم سب بہن بھائی بہت خوش ہوئے۔ صبح جلدی سے تیار ہو گئے، ناشتا کیا اور گاڑی میں سامان رکھا اور روانہ ہو گئے۔ دو گھنٹے کا سفر ایسے ہی گزر گیا۔ دو گھنٹے کے بعد ہم جنگل میں پہنچ گئے، مجھے جنگل کا نظارہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ پتوں اور پھولوں کی خوش بو سے جنگل مہک رہا تھا۔

میں تو جنگل کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ میرے تصور میں ایسا حسین جنگل نہیں تھا۔ وہاں ایک نہر بھی بہ رہی تھی۔ ہم سب نہر کے کنارے پر جا کر بیٹھ گئے اور پاؤں پانی میں ڈال کر ہلانے لگے۔ امی نے وہیں چٹائی بچھا دی اور سب وہیں بیٹھ گئے۔ ہم نے نہر کے پانی سے ہاتھ منھ دھوئے اور ایک دوسرے پر پانی پھینکا۔

کچھ دیر بعد ہمیں بھوک لگنے لگی تو میں

نے امی سے کھانا مانگا۔ پھر ہم سب چٹائی پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ اس طرح جنگل میں بیٹھ کر کھانا کھانے کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ کھانے کے بعد سب لوگ آرام کرنے لگے۔

میں بھی ایک طرف بیٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی کہ اچانک مجھے ایک بلی نظر آئی، جو زخمی تھی اور اس کا خون بہ رہا تھا۔ میں اُٹھ کر اس کی طرف گئی۔ وہ مجھے دیکھ کر آگے چل پڑی۔ میں اس کے پیچھے چلتی گئی۔ شاید وہ مجھے دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ کافی دیر چلنے کے بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میں کافی دور نکل آئی تھی۔

اب تو میں گھبرا گئی اور واپس مڑی۔ کافی دیر چلنے کے بعد جب مجھے کوئی نظر نہ آیا تو میں ڈر گئی، لیکن پھر میں نے امی ابو کی بات یاد کی کہ ہمت نہیں ہارنی چاہیے اور ہر مشکل کا ڈٹ کر سامنا کرنا چاہیے۔ پھر میں نے سوچا کہ میں راستہ کس طرح ڈھونڈ سکتی ہوں۔

مجھے یاد آیا کہ ہم لوگ نہر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور اگر میں نہر تک پہنچ جاؤں تو نہر کے ساتھ ساتھ چلتے چلتے راستہ ڈھونڈ لوں گی۔ اب میں اِدھر اُدھر دیکھ کر نہر کو تلاش کرنے لگی۔ پھر میرے کانوں میں پانی کی آواز آئی تو میں آواز کی طرف چل پڑی۔

کچھ دیر کے بعد میں نہر کے ساتھ پہنچ گئی۔ نہر کے پانی کو دیکھ کر میں نے سمت کا اندازہ لگایا اور میں پانی کے بہاؤ کے ساتھ چلنے لگی۔ کچھ دیر بعد مجھے سب نظر آنے لگے۔ وہ بھی مجھے ڈھونڈ رہے تھے۔ میں بھاگ کر گئی اور امی سے لپٹ گئی۔

سب پوچھنے لگے کہ کہاں گئی تھی۔ میں نے ساری بات بتائی۔ تو سب نے میری ہمت اور سمجھ داری کی تعریف کی اور مجھے شاباشی دی۔ پھر ہم واپس آ گئے، لیکن یہ پکنک میرے لیے بہت یادگار بن گئی۔

☆☆☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ مارچ ۲۰۱۷ء کے بارے میں ہیں

❁ ہمدرد نونہال بہت اچھا رسالہ ہے۔ میں اس میں پہلی بار شرکت کر رہا ہوں۔ مارچ کا شمارہ بہت ہی اچھا لگا۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مزید ترقی عطا فرمائیں۔ **محمد عمر فاروق، خیر پور۔**

❁ مارچ کے شمارے میں بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ بغیر پڑھے سکون نہیں مل رہا تھا۔ کوئی کہانی منگوانے کے لیے لفافے میں رکھ کر رقم بھیجی جا سکتی ہے؟ **عبدالرحمٰن، کراچی۔**

رقم لفافے میں نہیں ڈالنی چاہیے، منی آرڈر سے بھیجنا محفوظ طریقہ ہے۔

❁ مارچ کا نونہال آپ نے بہت اچھا پیش کیا۔ ساری کہانیاں سبق آموز تھیں۔ **ردا انور شہزاد، نارتھ کراچی۔**

❁ مارچ کا شمارہ پڑھا، بہت پسند آیا۔ سرورق اچھا تھا، رسالہ دیکھ کر دل چاہا کہ اسے مکمل پڑھنا چاہیے۔ روشن خیالات میں تمام اقوال بہت اچھے لگے۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "عالم بے مثال" بہت پسند آئی۔ اس کے علاوہ انوکھا احتجاج، چھپا رستم، سو میٹھے پان بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ مارچ کے شمارے میں معلومات افزا کے سوالات پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ **حافظ وقاص رؤف، بہاول پور۔**

❁ اس بار کا شمارہ بھی نہایت دل چسپ تھا۔ تمام صفحات کو بغور پڑھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ چھپا رستم کہانی کو اول قرار دیا جائے تو بجا ہے۔ باقی کے لکھاری نے کیا خوب کہانی لکھی۔ روشن خیالات نے میری اصلاح کی اور علم دریچے نے میرے علم کو وسیع کیا۔ ہنسی گھر میں تو لطیفوں کی بریانی پکی ہوئی تھی۔ رہی بات جاگو جگاؤ کی، یہ بہت ہی نصیحت آموز تحریر تھی۔ کیا بیت بازی میں ایک سے زیادہ شعر لکھ سکتے ہیں؟ **حماد سعیدی، ملتان۔**

جی ہاں، لیکن شاعر کا نام بھی ضرور لکھیے۔

❁ مارچ کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ اُم **فضا تنویر خانزادہ، عائشہ خان خانزادہ، ٹنڈو جام۔**

❁ مارچ کا شمارہ بھی بہت اچھا لگا۔ ساری کہانیاں

بہت مزے دار تھیں۔ ہنسی گھر تو بہت ہی مزے دار تھا اور سب سے مزے دار تو ''سو میٹھے پان'' لگی۔ **عبداللہ صابر، کراچی۔**

❁ میں ہمدرد نونہال کی کہانیاں، لطائف اور معلومات سب ہی بہت پسند کرتی ہوں۔ مارچ کے رسالے میں سب سے اچھی کہانی چھپا رستم تھی۔ بلاعنوان بھی بہت زبردست تھی۔ اس دفعہ لطائف غیر معمولی طور پر نئے تھے۔ غرض پورا رسالہ بہت اچھا تھا۔ میری لکھائی کیسی ہے؟ **فاطمہ راشد، کراچی۔**

لکھائی اچھی ہے، اور بھی اچھی ہو سکتی ہے۔

❁ مارچ کے شمارے میں انور آس محمد کی تحریر ''سو میٹھے پان'' بہت پسند آئی۔ بلاعنوان کہانی بھی سچائی کا درس دے رہی ہے۔ علم دریچے اور نونہال خبرنامہ نے بھی معلومات میں اضافہ کیا۔ **عشرت جہاں، لاہور۔**

❁ مارچ کا شمارہ ہر لحاظ سے بہترین تھا۔ کہانیوں میں انوکھا احتجاج، چھپا رستم اور ریچھ ماں پسند آئی۔ **نام پتا نامعلوم۔**

❁ مارچ کا شمارہ زبردست تھا۔ جاگو جگاؤ میں ہمارے لیے بہترین سبق نمایاں تھا۔ پہلی بات معلومات سے بھرپور تھی۔ روشن خیالات بھی اچھے لگے۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ پسند آئی۔ اس دفعہ پہلے نمبر پر سو میٹھے پان (انور آس محمد) دوسرے نمبر پر انوکھا احتجاج (محمد فاروق دانش) تیسرے نمبر پر چھپا رستم (عبداللہ بن مستقیم) بہت اچھی لگیں۔ نظم ''اپنا گھر'' پسند آئی۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر ''عالمِ بے مثال'' نے ہماری معلومات میں اضافہ کیا۔ باقی سلسلے بھی اچھے تھے۔ **امداد علی، کراچی۔**

❁ اس ماہ کا سرورق بہت ہی پیارا تھا۔ جاگو جگاؤ، روشن خیالات، نعتِ رسولِ مقبولؐ بہت پسند آئے۔ سب کہانیاں بہترین تھیں۔ خاص طور پر محمد فاروق دانش کی ''انوکھا احتجاج''، انور آس محمد کی ''سو میٹھے پان''، روبنسن سیموئیل گل کی ''بلاعنوان کہانی''، جاوید اقبال کی ''ریچھ ماں'' اور غلام حسین میمن کا سلسلہ ''معلومات ہی معلومات'' کافی معلوماتی تھا۔ نونہال ادیب اور علم دریچے میں بھی بہترین کہانیاں تھیں۔ ہنسی گھر کے سب ہی لطیفے بہت اچھے تھے۔ **پرویز حسین، کراچی۔**

❁ مارچ کا شمارہ زبردست تھا۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ نونہال کا یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہے۔

(آمین)۔ مجھے لکھنے کا شوق ہے میں پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں۔ امید ہے کہ آپ میرا خط شائع کریں گے۔ **سیدہ سروج کریم، کھر ڑیانوالہ۔**

❁ ہمدرد نونہال میرا بہت پسندیدہ اور پرانا رسالہ ہے۔ میں اسے چھٹی جماعت سے پڑھ رہی ہوں اور اب تک پڑھ رہی ہوں، لیکن خط پہلی مرتبہ لکھ رہی ہوں۔ مارچ کے شمارے میں دل موہ لینے والی کہانیاں شائع ہوئیں، جن میں باغی اور بلاعنوان کہانی کے علاوہ مسعود احمد برکاتی کی ''عالمِ بے مثال'' بہت نمایاں تھیں۔ اس کے علاوہ علم دریچے اور ہنسی گھر بھی بہت خوب تھا۔ **زینب رشید احمد، جگہ نا معلوم۔**

❁ اس مہینے کا شمارہ بھی ٹاپ پر رہا۔ مجھے ہمدرد نونہال بہت اچھا لگتا ہے۔ کہانیاں ساری اچھی تھیں اور نظمیں بھی بہت خوب صورت تھیں۔ لطیفے بہت پسند آئے۔ اس دفعہ نونہال میں ساری کہانیاں اچھی تھیں، مگر ریچھ ماں مجھے اور میری سہیلیوں کو بہت اچھی لگی۔ انکل! آپ ہمدرد نونہال میں جاسوسی کہانیاں بھی شائع کیا کریں۔ **تسبیح، کراچی۔**

❁ میں ہمدرد نونہال بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اس بار مارچ کا پورا رسالہ زبردست تھا۔ انکل! مجھے ہمدرد نونہال اسمبلی میں شامل ہونا ہے۔ انکل! ہم نونہال مصور میں کلر پنسل سے کلر کی ہوئی تصویریں بھیج سکتے ہیں؟ **ایمن صابر، کراچی۔**

نونہال اسمبلی میں شرکت کے لیے شعبۂ پروگرام میں فون کر کے معلوم کیجیے۔ گہرے رنگوں میں تصویر اچھی چھپتی ہے۔

❁ ہم سب کا رسالہ ہمدرد نونہال بہت اچھا ہے۔ ایسا اچھا رسالہ شائع کرنے پر آپ لوگوں کے لیے دل سے دعا گو ہوں۔ اس کے تمام سلسلے اچھے ہیں۔ خاص طور پر ریچھ ماں، سو میٹھے پان، روشن خیالات اور تمام تحریریں اچھی ہیں۔ **اسامہ بن محمد نواز، کراچی۔**

❁ سو میٹھے پان اور بلاعنوان کہانی نے دل جیت لیا۔ باقی کہانیاں بھی کم نہیں تھیں۔ ریچھ ماں، انوکھا احتجاج، چھپا رستم اور عالمِ بے مثال بہت پسند آئیں۔ نظمیں اپنا گھر، آئی بہار اور جو بھی فرض نبھا ہیں گے، اچھی تھیں۔ آیئے مصوری سیکھیں، روشن خیالات، ہنسی گھر کی طرح باقی سلسلے عمدہ اور لاجواب ہیں۔ **عالیہ ذوالفقار، کراچی۔**

❁ مارچ کا تمام شمارہ ہی عمدہ تھا اور ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔ تمام ہی تحریریں اچھی تھیں۔ میں نے پہلی دفعہ خط لکھا ہے۔ ضرور شامل کیجیے گا۔ یہ نونہال بک کلب ممبر شپ کیا ہے؟ مجھے پیاری سی پہاڑی لڑکی چاہیے؟ کیسے حاصل ہوں گی؟ **مسفرہ امیر، واہ کینٹ۔**

نونہال بک کلب کے ممبر ۲۵ فی صد رعایت سے ہمارے ادارے کی مطبوعات حاصل کرتے ہیں۔ ممبر بننے کے لیے اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھیے۔ ''پیاری سی پہاڑی لڑکی'' کی قیمت ۶۵ روپے ہے۔ رقم منی آرڈر سے بھیجیں۔

❁ مارچ کا رسالہ بہت اچھا لگا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ انوکھا احتجاج، چھپا رستم، سوینٹھے پان اور ریچھ ماں کہانیاں بہت زیادہ پسند آئیں۔ بلاعنوان اور سرسید کا بچپن بھی اچھی تحریریں تھیں۔ ہاتھی، باغی اور نیک لڑکا کی طرح باقی تمام سلسلے عمدہ ہیں۔ آیئے مصوری سیکھیں، نونہال ادیب، نونہال مصور میں سمیعہ توقیر کی ڈرائنگ بہت اچھی لگی۔ نظمیں اور مضامین عمدہ ہیں۔ اس بار سرورق پسند نہیں آیا۔ **ناعمہ ذوالفقار، کراچی۔**

❁ سرورق پر بچے کی مسکان بہت اچھی لگی۔ ساری کہانیاں اچھی اور مزے کی تھیں۔ مضامین عمدہ اور پسندیدہ تھے۔ نظمیں بھی کم نہ تھے۔ باغی، ہاتھی اور عالم بے مثال بہت اچھی لگیں۔ **سیدہ ناعمہ ناصر بخش، کراچی۔**

❁ جاگو جگاؤ، روشن خیالات اور نعتِ رسول مقبولؐ بہت پسند آئے۔ سب کہانیاں بہترین تھیں۔ خاص طور پر چھپا رستم، سوینٹھے پان، ریچھ ماں اور بلاعنوان کہانی پسند آئی۔ نونہال مصور کا صفحہ اچھا تھا۔ علم دریچے سے کافی معلومات ملی۔ ہمدرد نونہال پڑھنے سے نہ صرف میں لطف اندوز ہوتا ہوں، بلکہ اس سے میرے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ **محمد ارسلان رضا، کہروڑ پکا۔**

❁ مجموعی طور پر مارچ کا شمارہ بہترین رہا۔ خصوصاً لطیفے بہت عمدہ تھے۔ **محمد عمر امتیاز، کراچی۔**

❁ ہمدرد نونہال بہت اچھا رسالہ ہے۔ اس میں اچھی اچھی کہانیاں ہوتی ہیں۔ میری استانی نے بچوں سے کہا ہے کہ ایک کہانی یاد کر کے آئیں تو میں نے سوچا کہ ہمدرد نونہال میں اچھی اچھی کہانیاں ہوتی ہیں۔ میں نے وہاں سے یاد کرلیں۔ مجھے استانی نے شاباشی دی۔ **وجیہہ ظہیر، خانیوال۔**

جوابات معلومات افزا - ۲۵۵

سوالات مارچ ۲۰۱۷ء میں شائع ہوئے تھے

مارچ ۲۰۱۷ء میں معلومات افزا - ۲۵۵ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد ۱۵ سے زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ قومِ عاد کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ کو مبعوث فرمایا تھا۔

۲۔ حضرت سمیہؓ راہِ اسلام کی پہلی شہید خاتون تھیں۔

۳۔ پاک فضائیہ کے پہلے مسلمان کمانڈر انچیف ایئر مارشل محمد اصغر خان تھے۔

۴۔ پاکستان کے پہلے ڈاک ٹکٹ کا غیر تصویری ڈیزائن مشہور مصور عبدالرحمن چغتائی نے بنایا تھا۔

۵۔ لودھی خاندان نے ہندستان پر ۷۵ برس حکومت کی۔

۶۔ برفانی علاقوں میں رہنے والے اسکیمو برف سے جو گھر بناتے ہیں اسے اگلو کہتے ہیں۔

۷۔ ایران کے مشہور شاعر حافظ شیرازی کا اصل نام خواجہ شمس الدین تھا۔

۸۔ ۱۹۰۴ء میں انگریزوں نے الطاف حسین حالی کو شمس العلما کا خطاب دیا تھا۔

۹۔ مشہور کتاب ''آبِ حیات'' محمد حسین آزاد کی تصنیف ہے۔

۱۰۔ ''کنعان'' فلسطین کا پرانا نام ہے۔

۱۱۔ پہلی جنگِ عظیم اگست ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی۔

۱۲۔ قد میں سب سے اونچا جانور زرافہ ہے۔

۱۳۔ لبنان کی کرنسی پاؤنڈ کہلاتی ہے۔

۱۴۔ ''چاقو'' ترکی زبان کا لفظ ہے (فارسی کا نہیں ہے)۔

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: ''ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جانا۔''

۱۶۔ الطاف حسین حالی کے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں   اب ٹھیرتی ہے، دیکھیے جا کر نظر کہاں

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ **کراچی:** کنول فاطمہ، سید سالکہ محبوب، سید عفان علی جاوید، سید باذل علی اظہر، ریان طارق، صائمہ صلاح الدین، محمد آصف انصاری ☆ **بہاول پور:** احمد ارسلان۔

☆ **سرگودھا:** راجا مرتضٰی خورشید علی ☆ **شکار پور:** صبا عبدالستار شیخ۔

☆ **حیدر آباد:** عائشہ ایمن عبداللہ ☆ **راولپنڈی:** ہانیہ نور بٹ۔

☆ **لاہور:** امتیاز علی ناز ☆ **اسلام آباد:** عمار بن امان ☆ **کالا گجراں:** محمد افضل۔

۱۶ درست جوابات دینے والے قابل نونہال

☆ **کراچی:** عالیہ ذوالفقار، سیدہ مریم محبوب، سید صفوان علی جاوید، سید شہظل علی اظہر، علینا اختر، زعیمہ بنتِ ایاز احمد ☆ **بہاول پور:** قرۃ العین عینی، صباحت گل، ایمن نور۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** ایم اختر اعوان، محمد اسد، مسکان فاطمہ، بشریٰ عبدالواسع، اسما ارشد، محمد صہیب علی، محمد عزیر الیاس، شاہ محمد اظہر عالم، امامہ تجمل، ناعمہ تحریم، ارسلان احمد، عائشہ احمد ☆ **تلہ گنگ:** بشریٰ صفدر، مزمل اسحٰق ثمن ☆ **لاہور:** صفی الرحمٰن، محمد فرحان خالد ☆ **حیدر آباد:** طٰہٰ یاسین، انشرح نایاب، سیدہ نسرین فاطمہ ☆ **سکرنڈ:** منور سعید خانزادہ ☆ **راولپنڈی:** ملک محمد احسن ☆ **کوہاٹ:** ربیع یونس ☆ **جڑانوالہ:** رضوان اللہ بلوچ ☆ **ٹنڈو الہیار:** محمد صمیان خان ☆ **کہروڑ پکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **کامونکی:** نفیسہ فاطمہ قادری ☆ **کرک:** فاضر زمان ☆ **جھنگ:** ہادیہ حسن ☆ **ڈیرہ غازی خان:** رفیق احمد ناز ☆ **پشاور:** محمد حیان ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل ☆ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری ☆ **کبیر والا:** محمد عمر اشرف آرائیں۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: حفصہ بنتِ شفیق، اریبہ محمد غلام محمد، سعدیہ سرفراز، آمنہ عامر، آمنہ شہزاد، مناہل آفتاب قریشی ☆ کاموئنکی: خدیجہ نشان، حسن رضا سردار وصفی ☆ ملتان: احمد عبداللہ، عتیقہ محمد اصغر، حماد سعیدی ☆ وہاڑی: مومنہ ابو جی ☆ پشاور: محمد عمر ظفر ☆ ٹنڈو الہیار: آمنہ آصف کھتری ☆ اسلام آباد: سیدہ ہاجرہ ریحان ☆ لاہور: انشرح خالد بٹ ☆ گوجرانوالہ: صفی اللہ قدیر ☆ بے نظیر آباد: فروا سعید خانزادہ ☆ سکھر: زین علی ☆ راولپنڈی: محمد ارسلان ساجد۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: معاذ خان، رضی اللہ خان، عظمیٰ رضی، خدیجہ ارشد، محمد بلال صدیقی، انس ظفر، احسن رضا، زمل فاطمہ ☆ بھٹ شاہ: ایم حارث ارسلان انصاری ☆ ایبٹ آباد: اصبح وسیم خان ☆ اسلام آباد: عزیر مجید، حسیب جاوید قاضی ☆ شیخو پورہ: احسان الحسن ☆ راولپنڈی: محمد طلحہ ابن ممتاز۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: حسین عباس، اریبہ کنول، کشف ضرار، اُسامہ بن محمد نواز ☆ ساہیوال: محمد صہیب ظفر۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: ایمن عامر، تسبیح محفوظ علی ☆ سیالکوٹ: قاسم محمد ☆ حیدر آباد: زینب رشید احمد ☆ واہ کینٹ: مسفرہ امیر ☆ اوباڑو: سعدیہ سحر ☆ ٹنڈو جام: عائشہ خان خانزادہ۔ ☆

دنیا کے مشہور و مقبول ادیبوں پر مختصر معلوماتی کتابیں

حسن ذکی کاظمی کے قلم سے

ولیم شیکسپیئر انگریزی ادب کا عظیم ڈراما نگار، جس کے ڈرامے ساری دنیا میں پڑھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

شیکسپیئر کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۲۵ روپے

سیموئل ٹیلر کولرج انگریزی کا عظیم شاعر جس نے خود علم سیکھا اور شعر و ادب میں اپنا مقام بنایا۔

کولرج کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۳۵ روپے

ولیم ورڈز ورتھ عظیم شاعر جس نے انگریزی شاعری کو ایک نیا رخ دیا، سانیٹ بھی لکھے اور مضامین بھی۔

ولیم ورڈز ورتھ کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۳۵ روپے

برونٹے سسٹرز تین برونٹے بہنوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے عورتوں کے حقوق اور آزادی کے لیے آواز بلند کی۔ یہ ایک دل چسپ، معلوماتی کہانی اس کتاب میں پڑھیے۔

برونٹے بہنوں کی خوب صورت تصویر کے ساتھ رنگین ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

چارلس ڈکنز عظیم ناول نگار جسے کتابیں پڑھنے کے شوق نے دنیا کے نامور ادیب کا اعلا مقام عطا کیا۔

ٹائٹل پر ڈکنز کی خوب صورت تصویر صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

ٹامس ہارڈی انگریزی کا پہلا ناول نگار جس نے گاؤں کی روزمرہ زندگی کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔

ہارڈی کی تصویر سے سجا ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

رڈیارڈ کپلنگ انگریزی ادب کا عظیم کہانی نویس، نظم نگار، ناول نگار اور پہلا انگریز ادیب جسے ادب کا نوبیل انعام ملا۔

کپلنگ کی تصویر کے ساتھ رنگین ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال مارچ ۲۰۱۷ء میں جناب روبنسن سموئیل گل کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو تین نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ خدا کا مجرم : فروا سعید خانزادہ، بے نظیر آباد

۲۔ جھوٹ کے پاؤں : مسفرہ امیر، واہ کینٹ

۳۔ جھوٹ کا سچ : خرم خان، کراچی

چند اور اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں

احساسِ ندامت۔ انسان ہو تو ایسا۔ اندر کا بوجھ۔ احسان تلے۔ جھوٹا مستحق۔ کڑوا سچ۔ سچ جیت گیا۔ اعتراف۔ خدا کی لاٹھی۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: آمنہ علی قریشی، بشریٰ عبدالواسع، اریبہ افروز، اریبہ شاہد، صدف آسیہ، حفصہ شوکت، ایم اختر اعوان، کبشہ ادریس، فاطمہ ارشد، خدیجہ ارشد، مناہل آفتاب قریشی، محمد اسد، آمنہ شہزاد، علیشاء شاہد، ایمن عامر، ردا بشیر، عبیرہ صابر، محمد ابراہیم صمد، صدف بنتِ شاہ فرمان، جویریہ محمد غلام محمد، اریبہ محمد غلام محمد، امداد علی، ایمن صابر، مہوش حسین، یسریٰ فرزین، پرویز حسین، زمل فاطمہ، محمد حسین، بشریٰ مشتاق، علینا اختر، شاہ بشریٰ عالم، فاطمہ

سراج ، لائبہ کمال ، ہانیہ ظہیر، رضی اللہ خان، عظمیٰ رضی ، عثمان خان، ثمین کامران ، آمنہ عامر، انس ظفر، زعیمہ بنتِ ایاز احمد، تسبیح محفوظ علی ، فاتحہ فراز ، اسامہ بن محمد نواز ، رضوان خواج محمد، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی اظہر، سید عفان علی جاوید، سید صفوان علی جاوید، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب ، محمد عزیر الیاس امریلیا، شفا بنتِ شفیق ، اریبہ عبدالاحد صوفی، محمد عمر امتیاز ، مسز انعم سجان، مریم بنتِ علی ، اقدس شاہد، محمد زایان خان ، اسماء ارشد، اقدس شاہد، محمد شیث عباس ابڑو، سیدہ ناعمہ ناصر بخش، مسکان فاطمہ، ایاز حیات، طلحہ سلطان شمشیر علی ، احسن محمد اشرف، محسن محمد اشرف، محمد معین الدین غوری، محمد وقاص، احمد حسین، محمد اویس امیر علی ، کامران گل آفریدی، محمد فہد الرحمٰن، اختر حیات خان، حسن علی ، احتشام شاہ فیصل ، بہادر، اعجاز حیات، نور حیات، رضوان ملک امان اللہ ☆ **تلہ گنگ:** بشریٰ صفدر، مزمل اسحاق ٹمن ☆ **وہاڑی:** مومنہ ابو جی ، محمد یوسف ☆ **بہاول پور:** صباحت گل ، احمد ارسلان ، قرۃ العین عینی ، ایمن نور ☆ **راولپنڈی:** ملک محمد احسن، ہانیہ نور بٹ، محمد فہد بن ممتاز ☆ **ٹنڈو الہیار:** آمنہ آصف کھتری ، عریشہ ارشد ☆ **ملتان:** عتیقہ صمد اصغر، ایمن فاطمہ، حماد سعیدی ☆ **ڈیرہ غازی خان:** رفیق احمد ناز، عفت سراج ☆ **بے نظیر آباد:** اطروبہ عدنان خان ☆ **اسلام آباد:** سیدہ ہاجرہ ریحان، عمار بن امان، عزیر مجید، طوبیٰ اسلام، تطہیر زہرا ☆ **لاہور:** امتیاز علی ناز، مطیع الرحمٰن، انشرح خالد بٹ، محمد بن حسن، سید احسن منصور ☆ **کامونکی:** خدیجہ نشان، نفیسہ فاطمہ قادری، حسن رضا سردار ☆ **پشاور:** محمد حمدان ، محمد عمر ظفر ☆ **حیدرآباد:** ارسلان اللہ خان، انشراح نایاب، فلک بنتِ ندیم، ماہ رخ، مرزا تیمور بیگ، زینب رشید احمد، محمد سجاد ملک، حافظہ سیدہ تحریمہ شاہد، عائشہ ایمن

عبداللہ ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل ☆ **ایبٹ آباد:** اصبح وسیم خان ☆ **کوہاٹ کینٹ:** ریبا یونس ☆ **خیر پور:** محمد اسامہ اکرم ☆ **سیالکوٹ:** محمد منیب ستار ☆ **سرگودھا:** غلام بتول زاہد ☆ **ٹنڈو جام:** عائشہ خان خانزادہ ☆ **شکار پور:** صبا عبدالستار شیخ ☆ **جھنگ صدر:** محمد حسن ☆ **علی پور:** سلمان یوسف سمیجہ ☆ **گجرات:** تحریم نور ☆ **گوجرانوالہ:** صفی اللہ قدیر ☆ **اوباڑو:** سعد سحر ☆ **سانگھڑ:** محمد عاقب منصوری ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **فیصل آباد:** مطیع اللہ بلوچ ☆ **کہروڑپکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **میر پور ماتھیلو:** آصف بوزدار۔

☆☆☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی ◆ بامقصد نہیں تھی ◆ طویل تھی ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔
◆ پنسل سے لکھی تھی ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی ◆ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔
◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔
◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔
◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحہ پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ "کیا یہ چھپ جائے گی؟" ◆ مختصر، صاف لکھی ہوئی تحریر کی باری جلد آتی ہے ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کرکے بھیجیے ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے، بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے ◆ قول بہت مشکل نہ ہو ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو ◆ نونہال بلاعنوان یا قسط وار کہانی نہ بھیجیں ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے، تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے ◆ کتاب وغیرہ منگوانے کے لیے شعبۂ مطبوعات ہمدرد کو علاحدہ خط لکھیں ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابل اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے اور ہر کوپن الگ کاغذ پر چپکائیں ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔

(ادارہ)

نونہال لغت

مدام	مُ دَ ا م	ہمیشہ۔ سدا۔ دائم۔ متواتر۔
مروت	مُ رَ وْ وَ ت	لحاظ۔ رعایت۔ اخلاق۔ انسانیت۔
مکروہ	مَ کْ رُ وْ ہ	کراہیت کیا گیا۔ نفرت انگیز۔ گھناؤنا۔ بھونڈا۔ بدنما۔
درگزر	دَ رْ گُ زَ ر	چشم پوشی۔ معافی۔
سیج	سے ج	پلنگ۔ چارپائی۔ بستر۔ بچھونا۔
خیرالانام	خَے رُ لْ اَ نَا م	مخلوقات میں سب سے بہتر۔ حضور اکرمؐ کا لقب۔
صبح ومسا	صُ بْ ح وَ مَ سَا	صبح وشام۔ ہر وقت۔ سارا دن۔
اوسط	اَ وْ سَ ط	درمیانی۔ بیچ کا۔
احتیاج	اِ حْ تِ یَا ج	حاجت۔ ضرورت۔ کسی چیز کی ضرورت ہونا۔
خوش کلام	خُو شْ کَ لَا م	شیریں بیان۔ دل خوش کرنے والی بات چیت کرنے والا۔
بے ریا	بے رِ یَا	مخلص۔ صاف باطن۔ دھوکا نہ دینے والا۔
موقوف	مَ وْ قُ و ف	ٹھیرایا گیا۔ کھڑا کیا گیا۔ منحصر۔ کوئی شرط۔
کاسہ گر	کَا سَہ گَ ر	پیالا بنانے والا۔ کوزہ گر۔ کمہار۔
تند	تُ نْ د	تیز۔ غضب ناک۔ سخت۔
روش	رَ وِ ش	طور طریقہ۔ ڈھنگ۔ رسم ورواج۔ قاعدہ۔ چلن۔ رویہ۔
توصیف	تَ وْ صِی ف	وصف بیان کرنا۔ تعریف کرنا۔ مدح۔
برآمد	بَ رْ آ مَد	طلوع۔ نکلنا۔ کسی مال کا ملک سے باہر بھیجنا۔ مال کی روانگی یا نکاسی۔ انگریزی میں EXPORT۔